اقتصادی مسائل اور اُن کا حل

(امام شاہ ولی اللہ کی نظر میں)

تصنیف و تدوین

طفیل احمد قریشی

پورب اکادمی

اقتصادی مسائل اور ان کا حل

(امام شاہ ولی اللہ کی نظر میں)

تصنیف و تدوین

طفیل احمد قریشی

پورب اکادمی

Marfat.com

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

©: 2005 پورب اکادمی

طبع اول: اکتوبر 2005

ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051 - 289 16 55

ای میل: poorab@walla.com

پرنٹر: حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور

Iqtisadi Masael aur unka Hall

by : Tufail Ahmad Qureshi

Published by Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

ISBN: 969-8917-05-5

۹۲۲،۹۷

طفیل احمد قریشی

اقتصادی مسائل اور ان کا حل/طفیل احمد قریشی. -اسلام آباد:

پورب اکادمی، ۲۰۰۵

۱۰۲ص

۱. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی-معاشی نظریات

۱. طفیل احمد قریشی ۲. اقتصادی مسائل اور ان کا حل

Marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ 9

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 13 - 18

1 خاندان 13

2 شاہ صاحب کی کہانی خود ان کی زبانی 15

3 وفات 17

4 اولاد 18

شاہ ولی اللہ کے دور کی معاشی حالت 19 - 33

1 بین الاقوامی حالت 19

2 ہندوستان کی حکومت اور حکمران 20

3 جاگیردار، امراء اور حکام 24

4 فوج اور ملازم 26

5 عوام 27

6 شاہ ولی اللہ کا مشن 31

Marfat.com

انسانی معاشرے کی تشکیل	34 - 37
1 انسان کی امتیازی خصوصیات	34
2 انسان اور انسانیت	35
3 ارتقاقات واقترابات (مادی اور روحانی ترقی)	36
معاشیات	38 - 39
1 معاشیات کی اہمیت	38
2 معاشیات کی تعریف اور اس کا موضوع	39
ملکیت کے تصور کا تاریخی جائزہ	40 - 45
1 انسانوں میں ملکیت کے تصور کی ابتداء	40
2 ملکیت کی ہوس کے نتائج	41
3 اسلام اور آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد	42
4 مسلمانوں کا ماضی اور حال	43
5 دولت کی پیداوار کے وسائل اور ملکیت	44
قدرتی وسائل	46 - 48
1 کانیں	46
2 پانی	47
3 جنگلات اور گھاس	47
زرعی وسائل	49 - 53
1 زمین کی حقیقی ملکیت	49
2 انسانوں کے لئے زمین کی حیثیت	50
3 زمین سے فائدہ اٹھانے کا اصول	50
4 ملکیت کا مفہوم	50

Marfat.com

5	کاشتکاری یا معاہدہ ''منفعیت زرعی''	50
تجارتی و صنعتی وسائل		54 - 60
1	تجارت وصنعت کا بنیادی اصول	55
2	تجارت	55
3	صنعت	56
4	بلامحنت کے کاروبار	57
5	تجارتی بدعنوانیاں	58
6	مال و دولت کا ذخیرہ	58
پیشے		61 - 71
1	پیشوں کی ابتداء اور اہمیت	61
2	با مقصد اور ناکارہ پیشے	62
3	دولت کا استعمال	68
4	بنیادی ضرورتیں	69
5	بنیادی ضرورتوں کا اعمال پر اثر	70
معیار زندگی		72 - 73
1	زندگی کے معیار کے اصول	72
خوراک		74 - 75
لباس اور دوسری استعمال کی چیزیں		76 - 80
1	مکان	78
2	جنس	79
شاہ ولی اللہ کے افکار کے خاص نکات		81 - 87
1	انسان	81

Marfat.com

2	مادیت وروحانیت	82
3	معاش اور معاشرہ	82
4	اسلام اور قیصر وکسریٰ کے معاشی نظام	83
5	پیداوار کے ذرائع اور ملکیت	83
6	خوشحال معاشرے کے بنیادی معاشی اصول	84
7	معاشی امراض	85
8	معاشرتی امراض کا علاج	86
9	حواشی	89
10	کتب حوالہ واستفادہ	101

Marfat.com

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہمہ می گویم

Marfat.com

مقدمہ

معاش کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وہ مختلف ذریعوں سے ''دولت'' حاصل کرتا ہے۔ دولت حاصل کرنے کے یہ ''ذریعے'' اگر اجتماعی مفاد کے مطابق ہیں تو معاشرہ اجتماعی طور پر ''خوشحال'' ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اجتماعی مفاد کی جگہ اگر ذاتی مفاد، حرص اور لالچ عام ہوجائے تو ''معاشی برائیاں'' پیدا ہوجاتی ہیں جو مختلف ''معاشی مسائل'' کو جنم دیتی ہیں۔ یہ مسائل انسانوں میں ''طبقاتی کشمکش'' کا سبب بنتے ہیں جن کا اثر انسان کی تہذیب وتمدن اور سیاسی حالات پر گہرا پڑتا ہے۔ تاریخ انسانی ان طبقاتی جنگوں سے بھری ہوئی ہے۔ انسانی معاشرے میں جب بھی ایسے حالات پیدا ہوئے قدرت نے ان کا تدارک کیا۔ چھٹی صدی عیسوی میں جب اس کشمکش نے قیصر وکسریٰ کے نظام کا روپ دھارا تو قدرت نے آنحضرتؐ کے ذریعے اس نظام کو بدلا۔ چنانچہ انسانیت کا یہ قافلہ ''نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ خود پر ظلم ہونے دو'' (لا تظلمون و لا تظلمون) کے اصول پر آگے بڑھا۔ قیصریت وکسرویت کے حامیوں کی جس دور میں بھی اس کارواں پر یلغار ہوئی اسلام کے جیالوں نے شمشیر وقلم دونوں سے اس کا مقابلہ کیا۔

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے انہی مجاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے دور کی سیاسی اور معاشی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمان اپنی منزل سے بھٹک رہے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے برصغیر اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا۔ مسلمانوں میں جس قدر بھی معاشی، معاشرتی اور سیاسی برائیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کی ایک بڑی وجہ آپ کے نزدیک یہ تھی کہ، مسلمان پھر قیصر و کسریٰ کے نظام کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوگئے تھے۔ آپ نے مسلمانوں میں پیدا ہونے والی ان کمزوریوں اور برائیوں کی نشان دہی کی۔ انہیں ان کے معاشی مسائل کی حقیقت سے آگاہ کیا اور انہیں پھر اسلامی فلسفۂ معاش سے روشناس کیا۔

اسلام کا معاشی فلسفہ کیا ہے؟ اور وہ کونسی برائیاں ہیں جن کی بدولت اسلامی معاشرے میں قیصریت و کسرویت کا نظام سرایت کر چکا ہے؟ اور یہ کہ ان برائیوں کا حل کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اسلامیات کے ہر طالب علم کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں دارالعلوم میں درس نظامی کا طالب علم تھا یہ اور اس قسم کے دوسرے سوالات پر اساتذہ سے خوب گفتگو ہوتی تھی اس قسم کی گفتگو محترم جناب عبدالوحید صدیقی کا تو خصوصی موضوع ہوتی تھی۔ درس نظامی کے بعد جب مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات میں شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف کو پڑھنے کا موقع ملا تو یہ سوالات پھر بھی سامنے رہے۔ چنانچہ کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے زمانے میں بھی مجھے اور وحید صاحب کو ہم درس رہتے ہوئے شاہ صاحبؒ کی تعلیمات پر اساتذہ سے گفتگو کے مواقع ملتے رہے۔ یونیورسٹی میں جناب ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ صاحب نے اور تحقیقاتی اداروں میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی (حیدر آباد) کے جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی نے ہماری کافی رہنمائی کی۔ شاہ صاحبؒ کی تعلیمات کے مطالعے کیلئے اس اکیڈیمی کا کتب خانہ خصوصی طور پر معاون رہا۔ میں اپنے طور پر اس دور میں شاہ ولی اللہؒ پر کام کرتا رہا اور وحید صدیقی صاحب بھی اس اکیڈیمی کے اعزازی فیلو کی حیثیت سے منتخب ہوکر شاہ صاحبؒ پر تحقیقی کام کرتے رہے۔ اس پورے عرصے میں

Marfat.com

ایک بڑی دقت جسے میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے محسوس کیا، یہ تھی کہ ان سوالات کا جواب شاہ صاحبؒ کی کسی ایک خاص تصنیف میں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کا اپنا انداز بیان ہے۔ آپ اصطلاحات بھی ایسی استعمال فرماتے ہیں جو اکثر مفکرین کے ہاں نہیں ملتیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے افکار کو موضوعات کے اعتبار سے یکجا کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی ہے۔ مختلف حضرات نے مختلف موضوعات پر آپ کے افکار قلمبند کئے ہیں۔ اس سلسلے میں محکمہ اوقاف نے اپنی زیرنگرانی شاہ ولی اللہ اکیڈیمی حیدرآباد میں سیمینار کا سلسلہ بھی شروع کیا، مجھے محکمہ اوقاف نے اس کا ناظم مقرر کیا۔ چنانچہ اکیڈیمی نے فرد، معاشرہ، تعلیم، سیاسیات اور اقتصادیات وغیرہ موضوعات پر شاہ صاحبؒ کے افکار پر مبنی مقالات لکھوائے تاکہ مندوبین آپ کے افکار کو موضوع کی ترتیب سے سمجھ سکیں۔ محکمہ اوقاف نے سیمینار کے اس سلسلے میں شریک علماء اور اساتذہ کو ہمارے معاشرے کے اقتصادی حالات کا جائزہ لینے کا موقع بھی دیا۔ اس جائزے سے جو بات سامنے آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں معاشرہ جن اقتصادی ناہمواریوں اور برائیوں سے دوچار ہے ان کو ختم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ملک میں غیر اسلامی اقتصادی نظریات کو پھیلنے کا موقع نہ مل سکے۔ ہمارے عوام خصوصاً نوجوان نسل کو صرف یہ بتا دینا کافی نہیں کہ اسلام میں ہمارے معاشرے کی اقتصادی برائیوں کا حل موجود ہے بلکہ اس کے لئے آسان اور عام فہم زبان میں لٹریچر شائع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

محکمہ اوقاف، شاہ ولی اللہ اکیڈیمی اور دوسرے غیر سرکاری اداروں نے اپنے اپنے طور پر شاہ ولی اللہؒ کے افکار کو پھیلانے میں جو کوشش کی ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ضرورت چونکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اقتصادی افکار کو عام فہم زبان میں پیش کرنے کی تھی اس لئے محکمہ اوقاف اور شاہ ولی اللہ اکیڈیمی نے مجھے اس موضوع پر کام کرنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ انہی کے ایماء پر مجھے بھی اپنی دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کا موقع مل گیا۔۔۔

اس کتاب کے مسودے پر جناب ڈاکٹر صغیر الحسن صاحب معصومی ڈائریکٹر ادارہ

Marfat.com

تحقیقات اسلامی اسلام آباد، جناب ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ صاحب صدر شعبہ ثقافت اسلامی و تقابل ادیان سندھ یونیورسٹی حیدر آباد و رکن اسلامی مشاورتی کونسل اور پروفیسر محمد سرور صاحب نے نظر ثانی فرمائی ہے اور اپنے علمی مشوروں سے نوازا ہے جس کے لئے میں ان احباب کا شکر گزار ہوں۔

یہ کتاب لکھتے وقت جو دقت مجھے در پیش رہی وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مخصوص مفکرانہ اندازِ بیان اور دقیق اصطلاحات ہیں۔ بات چونکہ آسان اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کی ہے اس لئے قارئین اس دقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

وما توفیقی الا باللہ

طفیل احمد قریشی

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

خاندان

شاہ ولی اللہ کا تعلق حضرت عمرؓ بن الخطاب کی اولاد سے ہے۔ آپ کے بزرگوں میں مفتی شمس الدین پہلے شخص ہیں جو ہندوستان میں آئے اور رہتک (ہریانہ) میں آباد ہوئے۔ آپ کے دادا شیخ وجیہ الدین مغل بادشاہ شاہ جہان (۱۶۲۷ - ۱۶۵۸ء) کی فوج کے ذمہ دار افسر تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸ - ۱۷۰۷ء) کے زمانے میں آپ مختلف جنگوں میں شریک ہوئے۔ دکن کی مہم میں جاتے ہوئے راستے میں ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ مغل حکومت نے آپ کے دادا کو زمین بھی دی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے شاہ عبدالرحیم (یعنی آپ کے والد) کو سپاہی بنانے کی بجائے عالم بنایا اور ملک کے مشہور علماء سے تعلیم دلائی۔ شاہ عبدالرحیم نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی میں ''مدرسہ رحیمیہ'' قائم کیا اور اس میں علم کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے بزرگوں اور عالموں میں ہوتا ہے۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون پر ایک ضخیم کتاب مرتب کرائی تھی جسے ''فتاویٰ عالمگیری'' کہا جاتا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں اس زمانے کے مشہور عالموں اور قانون دانوں (فقیہوں) نے حصہ لیا تھا، آپ ان میں سے ایک ہیں۔

Marfat.com

آپ کے والد شاہ عبدالرحیم کا انتقال ۷۷ سال کی عمر میں ۱۳ صفر ۱۱۳۱ھ (مطابق ۱۷۱۸ء) بدھ کے روز ہوا۔ اس وقت حضرت شاہ ولی اللہ کی عمر سولہ سال تھی۔

Marfat.com

شاہ صاحب کی کہانی
خود ان کی زبانی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات ایک رسالے میں لکھے ہیں جس کا عنوان "الجزء اللطیف فی ترجمة العبد الضعیف" ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اپنی زندگی کے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

یہ ناچیز ۱۴ شوال ۱۱۱۴ھ (مطابق ۱۷۰۲ء) بدھ کے روز سورج نکلنے کے وقت پیدا ہوا۔ تاریخی نام عظیم الدین نکالا گیا (ویسے آپ کا نام قطب الدین احمد ہے اور عرف ولی اللہ ہے) میرے پیدا ہونے سے پہلے میرے والدین اور چند بزرگوں نے میرے بارے میں بہت سے بشارتی خواب دیکھے تھے جن کو بعض دوستوں نے "القول الجلی" نامی کتابچہ میں لکھا ہے۔ عمر کے پانچویں سال مجھے مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ اسی سال میں نے قرآن کریم ختم کیا اور فارسی کی تعلیم شروع ہوئی۔ اپنی عمر کے دسویں سال تک میں نے شرح ملا جامی تک کی کتب پڑھ لی تھیں اور عام (مختلف علوم کی) کتب کے مطالعہ کرنے کی استعداد مجھ میں پیدا ہوگئی تھی۔ چودھویں برس میں ہی میری شادی کی صورت پیدا ہوگئی۔ والد صاحب نے میری شادی میں جلدی کی اور فرمایا اس میں راز ہے۔ اتفاق

Marfat.com

سے شادی کے بعد میری خوش دامن (ساس) کا انتقال ہوگیا، پھر میری اہلیہ کے نانا فوت ہوئے، پھر میرے چچا کے لڑکے شیخ فخر عالم اس جہاں سے کوچ کر گئے۔ اس کے چند دنوں بعد میرے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ داغ مفارقت دے گئیں۔ ان چند سالوں میں اتنے صدموں کی وجہ سے والد صاحب بھی کمزور ہوگئے اور انہیں مختلف بیماریاں رہنے لگیں اور آخر وہ بھی (۷۷ سال کی عمر میں ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء بروز بدھ) ہمیں چھوڑ کر (جبکہ شاہ صاحب کی عمر تقریباً سولہ سال تھی) اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان مسلسل حادثوں کی وجہ سے مجھے اپنی شادی میں جلدی کا راز معلوم ہوگیا۔ اس لیے کہ اگر اس وقت شادی نہ ہوتی تو پھر شائد مدتوں تک شادی کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔

ان دنوں ہندوستان میں مدارس کا جو نصاب جاری ہے اس میں بیضاوی (تفسیر قرآن) آخری کتاب ہے۔ عمر کے پندرہویں سال میں، میں نے اس کتاب تک پڑھ کر مروجہ نصاب تعلیم سے فراغت حاصل کرلی۔ والد صاحب نے ایک بڑی عام دعوت کا انتظام کیا اور مجھے درس دینے (یعنی لوگوں کو پڑھانے) کی اجازت دی۔ اس سال میں نے اپنے والد کے ہاتھ پر صوفیاء کے نقشبندیہ سلسلہ کے مطابق بیعت کی اور والد نے تصوف کے مطابق میری تربیت کرکے مجھے خرقہ پوشی یعنی دوسرے لوگوں کو تصوف کی تربیت دینے کے لئے اہلیت کے نشان سے نوازا۔

والد کی وفات (یعنی ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء) کے بعد میں نے اپنے والد کی جگہ سنبھال لی اور مدرسہ رحیمیہ دہلی میں صدر مدرس کی حیثیت سے بارہ سال (۱۷۱۹ تا ۱۷۳۱ء) تک منقولات (قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم) اور معقولات (فلسفہ، منطق، معاشیات، عمرانیات اور کلام وغیرہ) علوم پڑھانے میں لگا رہا۔ اس مدت میں مجھے ہر قسم کے علم اور فن میں غور وفکر کرنے کا موقع ملا۔

اس کے بعد مجھے مکہ اور مدینہ جانے کا شوق ہوا چنانچہ میں عرب روانہ ہوگیا اور ۱۱۴۳ھ (مطابق ۱۷۲۸ء) میں حج کیا اور وہیں رہا۔ وہاں مجھے شیخ ابو طاہرؒ (شیخ امام محمد بن ابراہیم کردی، شیخ امام عبداللہ بن سالم بصریؒ) جیسے بزرگوں اور عالموں سے حدیث اور دیگر علوم پڑھنے کا موقعہ ملا۔ اس سفر میں میری ملاقات اور بہت سے عالموں سے ہوئی اور علمی و معاشرتی مسائل پر گفتگو کا موقعہ ملا۔

Marfat.com

چنانچہ ان علمی اور روحانی برکتوں سے فیضیاب ہوکر میں وطن واپس لوٹا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو میں جمعہ کے دن دہلی پہنچ گیا۔

میں نے جو کچھ پڑھا اور روحانی فیض حاصل کیے، اپنے حالات کا جو جائزہ میں نے لیا، علماء سے علمی فائدہ اٹھانے کے بعد جو باتیں میرے ذہن میں آئیں، وہ خدا کا مجھ پر انعام ہیں۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے مجھے ایک خاص مقصد کے لئے چنا ہے۔ اس دور کا آغاز مجھ سے ہوتا ہے اور خدا نے اس نئے دور کا افتتاح میری ذات سے کیا ہے۔ اب تک مختلف فقہ کے مذاہب کا کافی اختلاف تھا میں نے ان سب کو جمع کر کے فقہ کی نئے سرے سے بنیاد رکھی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس امت کو جو عبادت اور معاملات میں حکم دیئے ہیں ان کی خوبیوں اور حکمتوں کو میں نے اس انداز سے لکھا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے یہ کام اس طرح نہیں کیا۔ خدا نے مجھے انسانی نفوس کی استعدادات (انسانی نفسیات وعمرانیات وغیرہ) کا علم عطا کیا ہے اور ساتھ ہی ابداع اور تدبیر (طبیعات، مابعد الطبیعات، سیاست مدن اور معاشیات وغیرہ) کے علوم سے بھی سرفراز کیا ہے۔ یہ سب ایسے علوم ہیں جن میں فقیر کے (میرے) سوا کسی نے اس سے پہلے اس انداز میں قدم نہیں رکھا۔ خدا نے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی صحیح پرکھ کرسکوں۔ یہ کہ جو باتیں آپ ﷺ کی تعلیمات کی روح ہیں انہیں جدا کروں اور جو بعد میں آپ کی تعلیمات میں ٹھونس دی گئی ہیں انہیں الگ کروں۔

میں نے یہ سب باتیں یونہی صرف اپنی تعریف کے لیے نہیں لکھی ہیں بلکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ "فاما بنعمة ربک فحدث" یعنی خدا جو نعمت تمہیں عطا کرتا ہے اس کو بیان کرو۔ اس لئے میں نے خدا تعالیٰ کے بعض خاص انعامات کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

وفات

حضرت شاہ ولی اللہ نے اکسٹھ سال کی عمر میں ۲۹ محرم (۱۱۷۹ھ یعنی ۱۷۶۳ء) کو وفات پائی (انا للہ و انا الیہ راجعون) اور دہلی میں مہندیوں والے قبرستان میں اپنے والد عبدالرحیم (۱۰۵۹ تا

Marfat.com

۱۱۳۱ھ) کے قریب دفن ہوئے۔ یہ مغل بادشاہ شاہ عالم (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۹ء) کا دور تھا۔

اولاد

آپ کی اولاد میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی محدثؒ جیسے بزرگ عالم پیدا ہوئے۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ کے دور کی معاشی حالت

بین الاقوامی حالت

شاہ ولی اللہؒ جس دور میں اپنے افکار پھیلا رہے تھے پوری دنیا کے انسانوں میں سیاسی و معاشی کشمکش جاری تھی۔ انگلستان میں عوام اپنے حقوق کے لیے نوابوں اور بادشاہوں سے پارلیمنٹ میں لڑ رہے تھے۔ روسو (۱۷۱۲ تا ۱۷۷۸ء) فرانس میں ''معاہدۂ عمرانی'' کا پرچار کررہا تھا اور وہاں کے لوگ بادشاہ اور جاگیرداروں کے اقتدار کا جوا اتار پھینکنے کی تیاریاں کررہے تھے۔ امریکہ میں مقامی تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں اور اپنے حقوق کے لیے جنگ آزادی لڑ رہی تھیں۔ یورپی ملکوں کی نظریں ایشیا پر جمی ہوئی تھیں اور وہ ان علاقوں کی دولت سمیٹ کر اپنے ملکوں میں لے جانا چاہتے تھے۔ ادھر ایشیائی ملکوں میں (جن میں اکثر مسلمان ملک تھے) نہ اتحاد تھا اور نہ لڑنے کی طاقت۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے عوام معاشی طور پر بدحال تھے اور خواص (جاگیردار و امراء) اور حکمران (بادشاہ و سلطان) اپنا اقتدار بچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ انہیں عوام کے مسائل سے نہ دلچسپی تھی اور نہ ہی اس طرف توجہ دینے کے لئے ان کے پاس وقت تھا۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ جب ان ممالک میں سے کوئی یورپی ملکوں پر حملہ کرتا تو اپنی لڑائیوں کو بھول کر وہ ایک جگہ جمع ہو جاتے اور جب کوئی یورپی ملک ان

Marfat.com

ملکوں میں سے کسی کو ہڑپ کرنا چاہتا تو ان سب کے سامنے اپنے سیاسی مفادات اور حملہ آور ملک سے گٹھ جوڑ کی باتیں آجاتیں۔ اسلام کے نام پر اتحاد کہیں نظر نہ آتا تھا غرض یہ کہ مشرق ہو یا مغرب، اسلامی ملک ہوں یا عیسائی حکومتیں، ان کی خارجہ پالیسیاں اور جنگیں ملک گیری اور حکمرانوں کے ذاتی مفادات تک محدود ہوگئیں۔ جہاں تک داخلی یعنی ملک کے اندرونی معاملات کا تعلق تھا، عوام جاگیرداروں کی خدمت میں مصروف رکھے جاتے تھے۔ ان کے کام (فرائض) سے تو ان لوگوں کو دلچسپی ہوتی تھی لیکن ان کی فلاح (حقوق) کا انہیں کوئی خیال نہ تھا۔[2]

ہندوستان کی حکومت اور حکمران

شاہ ولی اللہؒ ۱۷۰۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۶۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ اکسٹھ سال کے عرصہ میں ہندوستان میں گیارہ مغل بادشاہوں نے حکومت کی[3]۔ جب آپ پیدا ہوئے تو اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸ تا ۱۷۰۷ء) کا دور تھا اور جب آپ کا انتقال ہوا اس وقت شاہ عالم (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶ء) کی حکومت تھی۔ اس دور میں لگاتار حکمرانوں کی تبدیلی کی وجہ سے ہندوستان کے سیاسی اور معاشی حالات ایسے تھے جن سے یہاں کی حکومت اور حکمران بُری طرح متاثر ہورہے تھے۔ یہ سیاسی حالات سیاست کے اکھاڑے میں تو مختلف (سیاسی) پہلوانوں کی شکست و فتح کا باعث بن ہی رہے تھے لیکن عوام کو معاشی طور پر براہ راست متاثر کررہے تھے۔ اس دور میں سیاسی کشمکش نے خود حکمرانوں اور حکومت پر کیا اثرات چھوڑے اس کا مطالعہ بھی بڑا ہی دلچسپ ہے۔

جس سلطنت کو بابر اور اکبر جیسے لوگوں نے مختلف ذریعوں سے مضبوط کیا تھا وہ ان کے جانشینوں کی نااہلی کا شکار ہوگئی یہ لوگ عیش و عشرت میں غرق ہوگئے۔ صوبے خودمختار ہونے لگے اور ہندوستان میں نوابوں اور راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں بننے لگیں۔ ان بادشاہوں کے چاروں طرف سپہ سالاروں اور امراء کی سازشوں کے جال بچھنے لگے۔ تخت نشینی کے لئے

Marfat.com

آپس کی لڑائیوں، پارٹی بازیوں اور مختلف باغیانہ قوتوں نے ان کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کردی اور آخر کار شاہ ولی اللہ دہلوی کی حیات میں ہی آخری فرمانروا شاہ عالم کے دور کا نقشہ یہ ہوگیا کہ

سلطنت شاہ عالم

از دلی تا پالم

ان حکمرانوں پر سیاسی حالات کی بدولت جو برا وقت آیا اس میں معاشی بدحالی اور بڑھی۔ مغل بادشاہوں میں مرکز (حکومت اور بادشاہ) کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے یہ طریقہ رائج تھا کہ ملک کے علاقے بڑی جاگیروں کی صورت میں تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ جاگیردار خود ٹیکس وصول کرتا تھا، علاقے کا انتظام کرتا تھا اور مالیانہ کی سالانہ رقم مرکز بھجوا دیتا تھا۔ مرکز کے ساتھ بھی کچھ علاقہ مخصوص کردیا جاتا تھا اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ بادشاہ اور مرکزی حکومت کے مختلف کاموں میں استعمال کی جاتی تھی، اس علاقے کو ''خالصہ'' کہا جاتا تھا۔ مغل خاندان کے ہر دور اندیش حکمراں کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ خالصہ کا علاقہ بڑھایا جائے۔ ایسی صورت میں بادشاہ صوبائی گورنروں اور جاگیرداروں کے رحم و کرم پر نہیں رہتا تھا اور مرکزی دفاتر اور شاہی محلات کے اخراجات کے لئے جس قدر رقم کی ضرورت ہوتی تھی وہ براہ راست بادشاہ کو ملتی رہتی تھی۔ (4)

شاہ صاحبؒ کے دور میں خالصہ کے علاقے میں کافی حد تک کمی آگئی تھی جس سے حکمرانوں کی اقتصادی حالت پر کافی برا اثر پڑا۔ تاریخ عالمگیر ثانی کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

''صوبہ دہلی کے پرگنے اور چند دیگر صوبوں کے پرگنے جو خالصہ میں شامل تھے اور جن سے بادشاہ کے ذاتی ملازمین کی تنخواہیں ادا ہوتی تھیں، اب ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سہارنپور، جس کے ٹیکس جاگیر داروں کے حوالے کردیئے گئے تھے، اب نجیب خان روہیلہ کے قبضے میں تھا۔ آگرہ کے قریب کے علاقے جاٹوں کے پاس تھے۔ جے پور کے مادھو سنگھ نے نارنول وغیرہ کے علاقوں پر تسلط کرلیا تھا۔ نتیجہ یہ

Marfat.com

تھا کہ ایک محل بھی خالصہ میں نہ تھا۔ نوبت بایں جا رسید کہ بادشاہ کے دسترخوان کے لئے روپیہ نہ رہا۔ بیگمات بہت سے اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتی تھیں۔"(5)

اس لئے شاہ ولی اللہؒ کا خیال تھا کہ خالصہ کا علاقہ وسیع ہونا چاہئے آپ نے بادشاہ، وزیر اور امراء کے نام جو خط لکھا اس میں اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا آپ فرماتے ہیں:

"خالصہ کو کشادہ تر کرنا چاہئے۔ خصوصاً وہ علاقہ جو دہلی کے اردگرد ہے۔ آگرہ، حصار، دریائے گنگ اور سرہند کی حدود تک سب علاقہ یا اس میں سے اکثر حصہ خالصہ ہو، کیونکہ امور سلطنت میں ضعف کا سبب خالصہ کی کمی اور خزانہ کی قلت ہوا کرتی ہے۔"(6)

جب خالصہ کا علاقہ (بابر کے دور میں) صوبہ بہار میں بھی ہوتا تھا تو سرکاری لگان وصول کرنے میں دقت نہ ہوتی تھی اور ایک یہ دور بھی آ گیا کہ خالصہ کا علاقہ دہلی سے پالم تک رہ گیا۔ سستی اور نااہلی کی حد اس نے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اسے بھی حکومت نے ٹھیکہ پر دے دیا تھا۔ ٹھیکہ دینے کے رواج سے ٹھیکیداروں کے دن تو پھر گئے اور وہ مالدار بن گئے لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ بے چارے عوام پس گئے اور بھاری ٹیکسوں کے تلے دب گئے۔ دوسری جانب علاقہ چونکہ ٹھیکہ پر ہوتا تھا اس لئے حکومت کے خزانے میں محدود رقم پہنچتی تھی اور وہ بھی وقت پر نہیں۔ سرکاری خزانے اور عوام کی یہ حالت دیکھ کر شاہ ولی اللہؒ نے بادشاہ کو لکھا کہ:

"خالصہ سے ٹھیکہ دینے کا رواج ختم کر دیا جائے اور اس کے بدلے ایماندار اور تجربہ کار ملازم (ٹیکس وصول کرنے کے لیے) مقرر کئے جائیں۔ اس لئے کہ ٹھیکہ دینے سے ملک خراب ہوتا ہے اور عوام پس جاتے ہیں اور ان کی معاشی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔"(7)

مرہٹے، سکھ، جاٹ اور روہیلے وغیرہ ملک کے گوشے گوشے میں حکومت کے خلاف بغاوت کرنے اور قتل و خونریزی میں مصروف تھے۔ ان مختلف باغیانہ قوتوں سے مرکز کو کافی

Marfat.com

نقصان پہنچ رہا تھا۔ گجرات اور مالوہ پر قبضہ کے بعد مرہٹوں نے شہروں اور دیہاتوں کو لوٹنا شروع کردیا۔ یہ لوگ مغلیہ حکومت کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرکے ان سے باقاعدہ لگان وصول کرنے لگے، جسے چوتھ (چوتھا حصہ) کہا جاتا تھا۔ جاٹوں نے دہلی اور آگرہ کے درمیان اس قدر ہنگامہ آرائی کی کہ مرکزی حکومت کا ناک میں دم آگیا۔ ان میں سورج مل (جاٹوں کا سردار) نے تو میوات کی حدود سے فیروز آباد تک قبضہ کرکے عوام کو ستایا۔ یہاں تک کہ اس علاقے میں مسلمانوں کو یہ مجال نہیں تھی کہ اذان اور نماز جاری کرسکیں۔ اس شخص نے (۹ مئی ۱۷۵۲ء کو) پرانی دلی کو خوب لوٹا۔ لوگ اس قدر پریشان ہوئے کہ گلیوں میں در بدر مارے مارے پھرنے لگے۔ پاگلوں کی طرح ہر شخص پریشان تھا اور بہت سے لوگوں نے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کرلی۔ (8)

عوام کی دولت ان مختلف سیاسی قوتوں کے ہاتھوں لٹتی رہی اور حکومت کا سرمایہ ان قوتوں کی بیخ کنی پر صرف ہوتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرکزی خزانے میں پیسہ نہ رہا۔ مرکزی خزانے پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ مختلف صوبوں کی آمدنی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ''ہندوستان کے محصولات اس وقت بھی سات کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ لیکن یہ محصول اس وقت تک صوبہ داروں کی طرف سے نہیں بھیجے جاتے جب تک کہ مرکز میں حکمران طاقت ور نہ ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنا مشکل ہے''۔

چند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب یہ ثابت کرتے ہیں کہ:

> ''یہ صوبہ دار مرکزی حکومت سے ٹکر صرف اسی لئے لینے کی جرات کرتے ہیں کہ وہ مرکز کو تو کچھ دیتے نہیں اور ان کے پاس بے بہا دولت جمع ہوگئی ہے۔ یہ سب کچھ ان (مغل) بادشاہوں کی غفلت کا نتیجہ ہے''۔ (9)

ایک طرف تو مرکزی حکومت کی آمدنی کی یہ حالت اور دوسری جانب بادشاہوں کے ذاتی اخراجات اور عیش و عشرت کی ایک طویل داستان۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اس معاشی

Marfat.com

ابتری سے بے عملی عام ہوگئی اور جس کا داؤ جدھر لگ گیا اس نے دولت سمیٹنا شروع کردی۔ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ ولی اللہؒ نے بادشاہ وقت کو لکھا کہ:

''اگر حالات کو سدھارنا ہے تو بادشاہ اور امراء عیش وعشرت میں مشغول نہ ہوں۔ گزشتہ گناہوں پر توبہ کریں اور آئندہ باز آئیں۔''(10)

جاگیردار، امراء اور حکام

شاہ ولی اللہؒ کے دور میں مرکزی مغل حکومت کی جو حالت تھی اس کی ہلکی سی جھلک دیکھنے کے بعد اعلیٰ طبقہ کی حالت دیکھنا بھی ضروری ہے۔ ایک طرف تو مرکز سیاسی حیثیت سے کمزور تھا اور معاشی حیثیت سے بدحال، دوسری طرف اسی تناسب سے جاگیردار، بڑے زمیندار اور حکام سیاسی حیثیت سے مضبوط تھے اور معاشی طور پر خزانوں کے مالک۔ سیاسی حیثیت سے مضبوطی تو اس طرح تھی کہ یہ سب لوگ اپنے مشترک مسائل میں ایک ہوجاتے تھے اور جب کسی حکمران کو تخت سے اتارنا ہوتا تھا تو سازشوں کا ایک ایسا تانا بانا سا تیار کرتے کہ چند ہی روز میں لوگ ایک دوسرے شخص کو تخت نشیں ہوتا دیکھتے۔ اس دور کی سیاسی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ معاشی طور پر خزانوں کی ملکیت کی بات بھی بالکل واضح ہے۔ ایک طرف تو حکومت ہے جس کے پاس اخراجات پورے کرنے کے لئے صرف خالصہ کا علاقہ رہ گیا ہے اور خزانے میں مسلسل قلت ہورہی ہے۔ دوسری جانب عوام ہیں، جو بار بار سیاسی انتشار اور لوٹ مار سے تباہ و برباد ہورہے ہیں پھر بھاری ٹیکسوں اور مہنگائی نے ان کی کمر توڑ رکھی ہے۔ سرکاری ملازمین کی حالت اور بھی بدتر ہے۔ رہ گئے یہ لوگ، سو سیاسی طور پر تو مضبوط ہیں ہی لیکن معاشی حالت بھی یہ ہے کہ ان کے پاس بڑی بڑی زمینیں اور جاگیریں ہیں۔ اپنے علاقوں کے کرتا دھرتا ہیں۔ جو غلہ آتا ہے ان کے گوداموں میں چلا جاتا ہے۔ عوام سے جو محصولات وصول ہوتے ہیں ان کی تجوریوں میں بند ہوجاتے ہیں۔ مرکزی حکومت کے خزانے میں مرضی ہوئی تو مالیانہ کی رقم بھیج دی، ورنہ اپنے دوست حاکموں سے معاملہ کرلیا۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ اس طبقے سے بہت نالاں نظر آتے ہیں۔ جگہ جگہ ان کے اونچے محلات اور حویلیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے لذیذ کھانوں اور عیش و نشاط کے لوازمات پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اے امیرو! دیکھو کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا۔ تم دنیا کی لذتوں میں ڈوبے جارہے ہو۔ جن لوگوں (کسانوں، دستکاروں وغیرہ) کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ تم شرابیں پیتے ہو، جسے تم کمزور پاتے ہو اسے ہڑپ کرجاتے ہو، جسے طاقتور دیکھتے ہو اسے کچھ نہیں کہتے۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں لذیذ کھانوں، نرم و گداز جسم والی عورتوں، اچھے کپڑوں اور اونچے مکانوں میں صرف ہوتی ہیں۔''(11)

سرکاری حکام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ان کے گھروں میں ہر قسم کی دولت جمع ہوگئی ہے اور عوام بدحال ہیں۔''(12)

جاگیرداروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ان لوگوں کی آمدنیاں بے انتہا ہیں۔ دل میں آتا ہے تو مالیانہ دیتے ہیں ورنہ اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی دولت و اقتدار کے بل بوتے پر حکومت سے ٹکر لیتے ہوئے بھی نہیں گھبراتے۔''(13)

یہ بڑے زمیندار اور جاگیردار (جیسا کہ شاہ صاحبؒ کے مذکورہ خطاب سے ظاہر ہے) اپنے ہم پلہ لوگوں کو تو کچھ نہیں کہتے لیکن غریبوں پر ظلم کرتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ ان کے مظالم کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے لئے بدمعاش (ملاعین) جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔(14) اور کبھی اپنے دور کے جاگیرداروں اور امیروں کی حالت کو قیصر و کسریٰ (جاگیردارانہ نظام) سے بھی بدتر بتاتے ہیں۔(15) اور کبھی ان تمام حالات کو ایک ایک کرکے بیان کرتے ہوئے یہ تنقید کرتے ہیں کہ:

''جب انسانیت پر (اس قسم کے حالات جیسی) مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا

Marfat.com

انسانیت کو نجات دلانے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور پیدا کرتا ہے۔"(16)

فوج اور ملازم

"مرکز کمزور ہونے کی بڑی وجہ اس دور میں فوجوں کی بدنظمی اور بے قاعدگی بھی تھی۔ فوج کے اعلیٰ افسران آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ دشمنوں سے پوشیدہ خط و کتابت کرتے تھے۔ عام بدنظمی نے فوج کو ایک بے ترتیب ہجوم کی شکل دے دی تھی، نہ کوئی عسکری تربیت تھی اور نہ عسکری نظام۔ غیر حاضری کی بڑی سے بڑی سزا یہ دی جاتی تھی کہ ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی تھی۔ اس فوج میں نہ فاتحانہ عزم تھا نہ سپاہیانہ جذبہ۔"(17)

فوج کے بارے میں یہ تاثر ایک انگریز مؤرخ کا ہے۔

اس تاثر کا حقیقت سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اگر واقعات کی روشنی میں تفصیل سے دیکھا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ معاشی بدحالی بھی تھی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے ہی میں جب کہ احمد شاہ (۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء) مغل سلطنت کا حکمران تھا، تین سال تک فوجیوں کو تنخواہیں نہ ملیں۔ مجبور ہو کر سپاہیوں نے شور مچایا اور محلوں کے دروازے روک کر کھڑے ہو گئے۔ ایک حاکم کا جنازہ چار روز تک پڑا رہا اور فوجیوں نے اس وجہ سے دفن نہ ہونے دیا کہ اس نے ان کی تنخواہیں ادا نہیں کی تھیں۔ چنانچہ احمد شاہ ہی کے دور میں دوکانداروں کو شاہی محلات کے سامان کی فہرست بنا کر دی گئی تاکہ وہ اسے فروخت کریں اور پھر سپاہیوں کی تنخواہیں ادا کی جائیں۔(18)

اس دور میں ایک وقت ایسا بھی آیا، جب فوجیوں نے افلاس اور بدحالی سے تنگ آ کر اپنے گھوڑے بیچ دیئے۔ پیدل فوج کے پاس وردیاں نہ رہیں، سرکاری جانوروں کو چارہ نہ ملتا تھا اور وہ بھوکے مرنے لگے۔ فوجی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے اور بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ شاہی سواری کے ہمراہ بھی نہ ہوتے تھے۔(19) فوج اور سرکاری ملازمین کی یہ

Marfat.com

معاشی حالت، ظاہر ہے شاہ ولی اللہؒ کے سامنے بھی تھی۔ اس کا آپ نے گہرا اثر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو خط آپ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملے کی ترغیب کے لئے لکھا، اس میں ان حالات کی تصویر بھی کھینچی۔ آپ نے لکھا کہ:

''اس وقت مختلف قسم کے سرکاری ملازمین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ بے عملی کا دور ہے، شاہی خزانہ نہیں رہا، نقدی بھی ختم ہوگئی۔ سب ملازم تتر بتر ہوگئے اور انہوں نے کاسۂ گدائی (بھیک مانگنے کا برتن) ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت صرف نام کی رہ گئی ہے۔ جب سرکاری ملازمین کا یہ حال ہے تو عوام کی حالت تو اس سے بھی بری ہوگی۔''(20)

فوج کی اہمیت اور اس کی ترتیب کے طریقوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''ملازموں کو بغیر کسی تاخیر کے (وقت پر) تنخواہیں ملنا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ قرض لینے پر مجبور ہوجائیں گے اور پھر ہندوستان میں سودی قرض میں جو پھنسا، اس کی حالت خراب ہوجائے گی۔''(21)

عام ملازمین کے ساتھ شاہ ولی اللہؒ نے علماء اور ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہیں اچھے طریقہ پر تنخواہیں دی جائیں تاکہ یہ حضرات مذہبی تعلیم و تبلیغ میں یکسوئی سے مشغول رہ سکیں۔(22) بادشاہ کو یہ باتیں لکھتے ہوئے آپ یہ شعر بھی نقل فرماتے ہیں کہ:

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم(23)

یعنی مجھ کو (حالات کے) آئینہ کے پیچھے طوطی کی مانند رکھا ہے اور جو کچھ ''استاد ازل'' نے کہا ہے وہی کہتا ہوں۔

عوام

شاہ ولی اللہؒ کے دور میں ہندوستان کی سیاسی حالت نے عوام کی معاشی زندگی پر گہرا اثر

Marfat.com

چھوڑا۔ مرہٹوں اور جاٹوں نے جو لوٹ مار مچا رکھی تھی، اس کا عوام خصوصاً مسلمانوں پر گہرا اثر پڑا۔ حافظ جار اللہؒ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

''دہلی میں رجب سے شعبان ۱۱۴۱ھ کے آخیر تک جاٹوں نے لوٹ مار جاری رکھی۔ انھوں نے عوام کی عزت و ناموس کو برباد کیا اور خوب مال و دولت لوٹا، مکانات کو آگ لگائی اور حکومت کچھ نہ کر سکی۔''(24)

شاہ صاحبؒ نے دہلی کی لوٹ مار کا ذکر شیخ محمد عاشقؒ سے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اکثر لوگوں کی جائدادوں کی سندیں تک ضبط کر لی گئی تھیں۔''(25)

ملک کی اندرونی طاقتیں تو تخریبی کارروائیوں میں مصروف تھیں ہی، نادر شاہ کی لوٹ مار نے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور لوگ بار بار لٹنے سے بدحال ہو گئے تھے۔ نجیب الدولہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مسلمانان ہندوستان نے خواہ وہ دہلی میں ہوں یا کسی اور جگہ، انہوں نے لوٹ مار کے یہ صدمے کئی مرتبہ برداشت کئے ہیں اور اب 'چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے'۔ رحم کا مقام ہے، میں آپ کو خدا اور اس کے رسول کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں (کیونکہ وہ پہلے ہی غریب ہیں) اگر اس بات کا خیال نہ رکھا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ مظلوموں کی آہ آپ کی کامیابی کے راستے میں دیوار نہ بن جائے۔''(26)

احمد شاہ ابدالی کی فوجوں کی آمد کی خبر جب شاہ صاحبؒ کو ہوئی تو آپ نے خصوصی طور پر نجیب الدولہ کو لکھا کہ:

''جب شاہی فوجیں دہلی میں آئیں تو مہربانی کر کے یہ انتظام اچھی طرح کر لیں کہ دہلی پہلے کی طرح لٹنے نہ پائے۔ کیونکہ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں اور اپنی عزت کو لٹتا دیکھ چکے ہیں۔''(27)

یہ تو لوٹ کھسوٹ کا وہ بازار تھا جو ملک کی اندرونی اور بیرونی طاقتوں نے سیاست کے

Marfat.com

نام پر گرم کر رکھا تھا اور عوام اس سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس کے گھروں میں تیزی سے دولت جمع ہو رہی تھی۔ اس طبقے کا انکشاف شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھتے ہوئے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

''حکومت (بادشاہ) کے پیشکاروں اور کارکنوں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور سرکاری کاموں میں پورا عمل دخل انہیں ہندوؤں کا ہے۔ ان کے گھروں میں ہر قسم کی دولت جمع ہوگئی ہے اور اس وقت مسلمانوں پر افلاس اور بدحالی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔[28] دستکاروں اور چھوٹے تاجروں کی حالت بہت خراب ہے ان پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں اور یہ لوگ تنگدستی کا شکار ہیں۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔[29] اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اس دور میں قحط نے اور بھی لوگوں کی کمر توڑ دی۔[30] اور نتیجہ یہ ہوا کہ غلہ اور دوسری ضروریات کی چیزیں مہنگی ہوگئیں۔ چنانچہ ستمبر و اکتوبر ۱۷۵۷ء (شاہ صاحب کی وفات سے تقریباً پانچ سال پہلے) مہنگائی کا یہ عالم تھا کہ گیہوں روپے کے نو سیر ملتے تھے۔ مونگ کی دال روپیہ کی آٹھ سیر، ماش کی دال روپیہ کی پانچ سیر ہوگئی تھی۔ دہلی میں دوائیں تک گراں ہوگئی تھیں۔''[31]

وزیر آصف جاہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے پرزور الفاظ میں ان سے کہا ہے کہ پوری طاقت سے اور فوری طور پر اس مہنگائی کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے[32] ایک طرف یہ مہنگائی، دوسری جانب کاشتکاروں، تاجروں اور مختلف پیشوں کے لوگوں پر بھاری ٹیکس اور پھر ٹیکسوں کی وصولی میں سختی۔ شاہ صاحبؒ اس صورت حال پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ ٹیکس بھی ملک کی بربادی اور عوام کی بدحالی کی ایک بڑی وجہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ حکومت کی بات مانتے ہیں اور فرمانبرداری (ٹیکس دے کر) دکھاتے ہیں وہ تو تباہ ہو رہے ہیں اور جو سرکش ہیں اور حکومت کے ٹیکس ادا نہیں کرتے ان کے حوصلے اور بڑھ رہے ہیں اور زیادہ سرکش ہو رہے ہیں۔''[33]

Marfat.com

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مغل بادشاہوں نے جاگیریں دینے کا ایک عام رواج بنا لیا تھا۔ اس طرح ملک میں چھوٹی چھوٹی بے شمار جاگیرداریاں قائم ہوگئی تھیں۔ ان جاگیرداروں کے پاس عموماً ایک ایک یا دو دو گاؤں ہوتے تھے اور ان کے علاقے میں جو دستکار رہتے تھے وہ گویا ان کی رعیت (کمی) ہوتے تھے اور جو لوگ ان کی زمینیں کاشت کرتے تھے وہ گویا ان کے گھر کے نوکر تھے۔ یہ زمیندار جو مزدوری چاہتے، دستکاروں کو دیتے اور جتنا اناج جی میں آتا، کاشتکاروں کو دیتے تھے اور پھر رسم و رواج کے نام سے ان سے رقمیں اور غلہ وصول کرتے۔ گھریلو کام ان سے کراتے اور ہر قسم کی بیگار لیتے تھے۔ اور جو بھی ان دستکاروں (کمی رعیت) یا کاشتکاروں میں ان کی مرضی کے خلاف کام کرتا یا زمیندار کے خلاف زبان پر ایک لفظ بھی لاتا اس کو وہ اپنے کھلیانوں اور نشست گاہوں پر مارتے پیٹتے تھے۔ کوئی ان کی دادفریاد نہ سنتا تھا۔ ان دستکاروں یا کاشتکاروں کے درمیان کسی بات پر اگر جھگڑا ہوجاتا تو حکومت کی عدالت میں بھیجنے کی بجائے وہ انہیں بلا کر اپنی بلند حویلیوں اور نشست گاہوں پر فیصلے کرتے تھے۔ اس طرح ان کے جی میں جو آتا کرتے اور اپنے علاقے میں کسی کو پھلتا پھولتا دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور جو ذرا معاشی طور پر خوشحال ہوجاتا اس کی مختلف طریقوں سے سرکوبی کردیتے تھے تاکہ اسے زمیندار کے سامنے ہی گھٹنے ٹیکنے پڑیں۔ اس صورت حال نے دیہاتی علاقوں میں غنڈہ گردی کی حالت پیدا کردی تھی جسے شاہ ولی اللہؒ نے محسوس کیا اور اس کو عوام کی بدحالی، بربادی اور افلاس کا بڑا سبب قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے بادشاہ وقت اور وزیر اور دوسرے حاکموں کو جو خط لکھا ہے، اس میں اس مسئلہ کو سرفہرست بیان کیا ہے اور جاٹوں کے فتنے کے ساتھ اس کو بھی اہم قرار دیا ہے۔ ان زمینداروں کو ''بدمعاش'' جیسے نام سے پکارا ہے اور ان کی حرکتوں کو حکومت کے خلاف شوخی اور بے باکی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''دیگر ضروری کاموں کے ساتھ (ان) بدمعاشوں کو سزا دینا بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بے باکی کا خیال تک دل میں نہ

Marfat.com

لائے۔"(34)

غرض یہ کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے دور کی جو معاشی تصویر پیش فرمائی ہے، اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کے خزانے میں قلت ہو رہی ہے اور جاگیرداروں اور امیروں کی تجوریوں میں خزانوں کی کثرت ہے۔ فوج اور سرکاری ملازمین بدحال ہیں اور عوام پریشان حالی نیز معاشی تنگدستی میں مبتلا ہیں۔(35)

شاہ ولی اللہ کا مشن

شاہ ولی اللہؒ جس دور میں پیدا ہوئے وہ سیاسی اعتبار سے طوائف الملوکی اور بغاوتوں کا دور تھا اور اقتصادی لحاظ سے بدحالی و مفلسی کا زمانہ۔ آپ نے اپنے گرد و پیش کا جب سیاسی و اقتصای جائزہ لیا تو آپ پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ آپ نے نادر شاہ کے قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا زمانہ بھی دیکھا۔ مرہٹوں اور جاٹوں کی لوٹ مار کے منظر بھی دیکھے۔ امیروں اور شاہی خاندانوں میں سازشوں کے جال بھی دیکھے اور کئی بادشاہوں کو سلطنت کے تخت پر بیٹھتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے نئے جانشینوں کو ان کی جگہ لیتے دیکھا۔ سرکاری عہدہ داروں کے ظلم اور رشوتیں آپ کے علم میں آئیں۔ شاہی خزانے میں قلت دیکھی اور جاگیرداروں اور زمینداروں کو عیش و عشرت میں غرق پایا۔ ملازموں، دستکاروں، چھوٹے تاجروں اور عام لوگوں کی اقتصادی بدحالی دیکھی اور بدمعاشوں اور سماج دشمن لوگوں کی سرکشی کا مطالعہ کیا۔ یہ اور ایسی ہی دوسری باتیں، ظاہر ہے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن پر اثر انداز ہوئیں۔ آپ کے ذہن پر اثرات کا اندازہ آپ کے اس شعر سے لگایئے(36)

كان النجوم اومضت فى الغياهب

عيون الافعى او رؤوس العقرب

یعنی (حالات کی) ان تاریکیوں میں جو (امید کے) ستارے چمک رہے ہیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناگوں کی آنکھیں ہیں یا بچھوؤں کے سر۔

Marfat.com

اپنے دور کو شاہ ولی اللہؒ قیصر و کسریٰ کے زمانے سے تشبیہ دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بات کہتے ہیں کہ:

''اگر ہمارے ہاں (ہندوستان) کی حالت کا مطالعہ کیا جائے تو معاملہ دو قدم آگے ہی ملے گا۔''(37)

یہ دور آپ کے خیال میں غلبہ کفر کا (غیر اسلامی) زمانہ ہے۔ احمد شاہ ابدالی کے خط میں آپ نے اس خطرے کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''اگر حالت یہی رہی تو مسلمان اسلام کو بھول جائیں گے اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ مسلمان قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ ان میں اسلام اور غیر اسلام کی تمیز نہ ہو سکے گی۔''(38)

آپ کا خیال تھا کہ اس وقت خدائی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پورے نظام کو ختم کر دیا جائے۔(39) آپ فرماتے ہیں کہ:

''خدا نے اس نظام کو ختم کرنے کے لیے مجھے ایک آلہ یا واسطہ بنایا ہے تا کہ اس دنیا میں ''نظام خیر'' قائم ہو سکے۔ چنانچہ اس نے مجھے قائم الزماں بنایا ہے۔''(40)

قیصر و کسریٰ کے نظام کو بدلنے، مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے، قوم کو متحد کرنے اور معاشرے میں 'عمرانی عدل' قائم کرنے کے لئے شاہ صاحبؒ نے کیا کیا؟ یہ سوال بذات خود ایک موضوع ہے جس کا تعلق آپ کی تحریک اور اس کی معاشرتی خدمات سے ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ یہاں صرف اتنی بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ان حالات میں شاہ صاحب کیا کرتے؟ ان کا مشن واضح تھا۔ اس مشن کو کامیاب کرنے کے لئے اگر خود ایک جماعت بنا کر جہاد شروع کر دیتے تو آپ کا واسطہ ایک طرف مرہٹوں اور جاٹوں سے پڑتا، دوسری طرف ملک کے جاگیردار اور زمیندار آپ کے خلاف متحد ہو جاتے۔ تیسری طرف خود حکومت کو بدلنے کے لئے دن رات جو سازشوں کے تانے بانے بنے جاتے تھے آپ عملی طور پر اس کی زد میں آتے یا ان کا حصہ بنتے۔ یہ تینوں صورتیں ایسی تھیں جن سے

Marfat.com

نپٹنے کی راہیں مختلف تھیں اس لئے کہ ان مخالف قوتوں کے زیر اثر حلقوں سے علیحدہ علیحدہ نپٹنا پڑتا۔ اس صورت میں ممکن ہے آپ وہ کام نہ کرسکتے جو آپ نے سیاسی اور علمی طور پر انجام دیا۔ آپ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اگر حالات کا تقاضا یہ ہوتا کہ میں جنگ کروں تو میں معاشرے کی عملی اصلاح کے لئے ضرور ایسا کرتا لیکن حالات کا یہ تقاضا نہ تھا۔''(41)

چنانچہ آپ نے میدان جنگ کے جہاد کی بجائے اولاً معاشرتی جہاد (جدوجہد) کو اختیار فرمایا۔ اس کے لئے آپ نے ایک ایسا حلقہ پیدا کیا، جو آپؒ کے خیالات وافکار کو سمجھے اور لوگوں میں انہیں پھیلائے۔ پھر آپ نے سیاسی حلقوں میں اتنا رسوخ پیدا کیا کہ نجیب الدولہ جیسا شخص آپ کے مشوروں پر عمل کرتا اور بادشاہ وقت خدمت میں حاضر ہوتا۔ یہاں تک کہ آپ کی درخواست پر احمد شاہ ابدالی جیسا بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور پانی پت کی مشہور جنگ (۱۷۶۱ء/ ۱۱۷۵ھ) لڑی۔ آپ کا مقصد بادشاہوں کو تبدیل کرنا نہ تھا بلکہ آپ کا منشا یہ تھا کہ بہتر سیاسی قوتوں کے ذریعے ایسے لوگ برسر اقتدار آئیں جو صالح نظام کے قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوسکیں۔ آپ کی نظر انتخاب سیاسی لوگوں میں سے چند ایک (نجیب الدولہ وغیرہ) پر تھی لیکن ان سیاسی کوششوں کا کوئی واضح نتیجہ دیکھے بغیر، چند ماہ بعد ہی (۱۷۶۲ء/۱۱۷۶ھ) میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ تیسرا جہاد آپ کا قلمی وعلمی جہاد ہے۔ آپ نے جب قرآن پاک کا ترجمہ کیا تو علماء مارنے دوڑے، جب آپ نے فقہی مذاہب نیز مدرسوں اور نظام تعلیم سے پیدا شدہ جمود پر لکھا تو علماء خلاف ہوگئے، جب آپ نے تصوف کے مسائل پر بحث کی اور اپنے دور کے جعلی پیروں اور گدی نشینوں کی قلعی کھولی تو وہ غضب میں آگئے۔ جب آپ نے جاگیرداروں، امیروں اور منافرت پھیلانے والوں کو للکارا اور معاشرتی برائیاں کھول کھول کر بیان کیں تو وہ آپے سے باہر ہوگئے۔ لیکن آپ نے اس جہاد میں جواں ہمت سپاہی کی طرح مخالفتوں کا مقابلہ کیا۔

Marfat.com

انسانی معاشرے کی تشکیل

انسان کی امتیازی خصوصیات

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

''تین باتیں انسانوں کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔''

(1) رائے کلی۔ (2) ظرافۃ (ذوق جمال)۔ (3) تکمیل بالارادہ۔

(1) رائے کلی: حیوان کو جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے طریقے استعمال کرتا ہے۔ اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کی ان باتوں سے دوسرے حیوانوں کو نقصان پہنچے گا یا دوسروں کا حق مارا جائے گا۔ اسے صرف اپنا فائدہ (رائے جزئی) عزیز ہوتا ہے۔ انسان کو خدا نے چونکہ دوسرے جانداروں سے افضل پیدا کیا ہے اس لئے وہ دوسروں کا خیال پہلے کرتا ہے۔ کسی بھی طریقے سے دوسروں پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ان کا حق چھینتا ہے بلکہ اگر کسی وقت اپنے فائدہ کے مقابلے میں دوسروں کا فائدہ ہو تو عام بھلائی کے لئے اپنا فائدہ قربان کر دیتا ہے۔ چنانچہ انسان میں رفاہ عام (دوسروں کی بھلائی) کا جذبہ 'رائے کلی' کہلاتا ہے۔ اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی فرق نہ رہے۔

Marfat.com

(2) ظرافۃ: حیوان کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی چیز اچھی ہے یا بری، صاف وستھری ہے یا گندی، خوبصورت ہے یا بدصورت، اسے تو بس اپنی ضرورت پوری کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے انسان میں حسن وخوبی کا شوق رکھا ہے۔ وہ ہر چیز کو صاف ستھری اور پاکیزہ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ جو چیز کھاتا ہے، خوش ذائقہ پسند کرتا ہے۔ جو کچھ پہنتا ہے، دیدہ زیب اور دلپسند چاہتا ہے۔ جہاں رہتا ہے وہاں کھلا، ہوادار اور صاف ماحول پسند کرتا ہے۔ وہ اچھے منظر اور اچھی شکل کو گندے ماحول اور بدصورتی پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کا یہ ذوق جمال (ظرافۃ) اسے دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے۔

(3) تکمیل بالارادہ والعلوم: حیوان جو کچھ سوچتا ہے وہ فوری ضرورت کے لئے، اور جو کچھ سیکھتا ہے وہ بھی فوری ضرورت پوری کرنے کے لئے۔ لیکن انسان کی حالت اس سے مختلف ہے۔ وہ اپنے آپ اور دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے نئی نئی باتیں سوچتا ہے۔ اس سوچ کی بدولت وہ کچھ چیزیں ایجاد کرتا ہے اور پھر ایجادات میں آئے دن ترقی کرتا رہتا ہے۔ وہ جو کچھ سیکھتا ہے دوسروں کو سکھاتا ہے اور جو باتیں سیکھتا ہے وہ ذہن میں جمع بھی رکھتا ہے۔ طرح طرح کے علم اس کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ جو کام بھی کرتا ہے، ایسے مقصد کے لئے کرتا ہے جو اس کی ذہنی اور معاشرتی ترقی کا سبب بنیں۔ یہ سب باتیں انسان کو دوسرے حیوانوں سے افضل بناتی ہیں۔

چنانچہ انسانوں میں اگر یہ امتیازی خصوصیات نہ پائی جائیں تو ان میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ ان امتیازی خصوصیات کو انسان کے 'نوعی تقاضے' بھی کہا جاسکتا ہے۔[42]

انسان اور انسانیت

انسان خواہ کوئی بھی کام کرتا ہو، اس کی اپنی ایک شخصیت ہے۔ وہ انسان ہے اور انسانیت کا ایک حصہ۔ شاہ ولی اللہؒ ایک انسان کو 'انسان صغیر' یعنی چھوٹا انسان کہتے ہیں اور

Marfat.com

پورے انسانی معاشرے کو 'انسان کبیر' یعنی بڑا انسان کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا انسان بڑے انسان کا ایک حصہ ہے دونوں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر 'انسان صغیر' نیک اور خوشحال ہے تو سمجھا جائے گا کہ 'انسان کبیر' یعنی انسانیت میں نیکی اور خوشحالی ہے لیکن اگر پوری انسانیت ('انسان کبیر') میں ایک بھی انسان برا ہے یا بدحال ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ پوری انسانیت کو تکلیف ہے۔ (43)

انسانیت کا یہ تصور اس قدر ٹھوس ہے کہ انسان اس سے معاشرے میں اپنی حیثیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ انسان خود انسانیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شاہ ولی اللہ معاشرے اور اس کی اصلاح پر کچھ لکھتے ہیں تو فرد کی اصلاح کو پہلا درجہ دیتے ہیں اور جب معاشرے میں امن اور خوشحالی لانے کی بات کرتے ہیں تو فرد کی خوشحالی پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

ارتفاقات و اقترابات (مادی اور روحانی ترقی)

خدا نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ زندگی گذارنے کو تو دوسرے حیوان بھی گذارتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر انسان کے پیدا کرنے کا مقصد بھی یہی ہوتا کہ وہ جیسے تیسے زندگی گذارے اور وقت آنے پر مر جائے تو انسان اور حیوان کی زندگی میں کیا فرق رہ جاتا؟

خدا نے جب انسان کو اس دنیا کی سبھی نعمتیں دے دی ہیں اور پھر عقل و سمجھ کی دولت سے بھی مالا مال کیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اندازہ بھی لگایا جانا چاہیئے کہ انسان نے کس حد تک ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اور اپنی سمجھ سے کام لیا ہے، تاکہ وہ زمین پر خدا کا صحیح خلیفہ بن سکے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ انسان کو جب خدا کی کوئی نعمت میسر آتی ہے تو سمجھ کو بالائے طاق رکھ کر اس سے خود فائدہ اٹھانا شروع کر دیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ مفاد عامہ (رائے کلی) اس کی خصوصیت ہے۔ اس طرح اس میں اور ایک عام حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ چنانچہ

Marfat.com

اس کے لئے ضروری ہے کہ انسانیت روحانی اور مادی طور پر ترقی کرتی رہے۔ تا کہ انسان صحیح معنی میں پاکیزہ اور خوشحال معاشرہ قائم کر سکے۔ روحانی طور پر جب انسان مختلف منزلیں طے کرتا ہے، یعنی ترقی کرتا ہے تو شاہ ولی اللہؒ اسے 'اقترابات' کہتے ہیں اور جب انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر اپنے تمدن کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے تو شاہ صاحب کی اصطلاح میں اسے 'ارتفاقات' کہتے ہیں۔ آپ کے نزدیک مادی اور روحانی دونوں طریقوں کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے۔ (44)

Marfat.com

معاشیات

معاشیات کی اہمیت

انسان کھانے پینے اور دوسرے فطری تقاضوں میں دوسرے حیوانوں کی طرح ہے۔[45] وہ جب پیدا ہوتا ہے تو دودھ کے لئے چیخ و پکار کرتا ہے۔ جب بڑا ہوتا ہے تو خوراک اور دوسری بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے زندگی میں جدوجہد کرتا ہے۔ اور آسودہ (خوشحال) زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ پھر مذہب اور اخلاق اس کو یہ سکھاتے ہیں کہ وہ انسانی خوبیاں پیدا کرے اور اچھے لوگوں کی طرح رہے۔ شاہ ولی اللہؒ کا خیال ہے کہ اگر انسان بدحال اور تنگدست ہو تو مذہب اور اخلاق کے تقاضوں کو بالکل پورا نہیں کرسکتا۔ اس لئے انسانوں میں خوشحال زندگی (ترفہ) کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ خوشحال ہوگا تو اس کی عادتیں اور مزاج بھی درست ہوں گے، اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے بھی وہ اچھا انسان ہوگا اور اچھے انسانوں کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہوں گی۔[46] آپ کے خیال میں انسان کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ معاشی طور پر خوشحال ہے یا بدحال۔ کیونکہ خدائی منشا یہ ہے کہ:

> ''اس دنیا میں کوئی شخص ان چیزوں کے بغیر باقی نہ رہے جن کی ایک متمدن زندگی میں انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔''[47]

Marfat.com

معاشیات کی تعریف اور اس کا موضوع

انسان کی کچھ بنیادی ضرورتیں ہیں۔ ان ضرورتوں کو پورا کرنے لئے وہ مختلف وسیلوں سے دولت حاصل کرتا ہے۔ اس کی بنیادی ضرورتیں کیا ہیں؟ ان کو پورا کرنے کے لئے وہ دولت کن وسائل سے حاصل کرتا ہے؟ ان وسائل کی ملکیت کے بارے میں اس کا تصور کیا ہے؟ پھر یہ حاصل شدہ دولت افراد میں کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں 'علم معاشیات' کا موضوع ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کے انہی موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ آپ معاشرے یعنی رہن سہن کے علم پر اور معاشرتی آداب کے فن پر 'فن آداب المعاش، کے عنوان سے قلم اٹھاتے ہیں۔ اور اقتصادیات یا معاشیات کے علم کو 'فن المعاملات، کے نام سے یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

> ''یہ علم انسان کے معاشی اشیاء کے تبادلے کے نظام (معادلات)، انسان میں 'امداد باہمی' (معاونت) کے قیام اور روزی کمانے کے ذریعوں (اکساب) سے بحث کرتا ہے۔''(48)

چنانچہ آپ اپنی تحریروں میں اس علم پر لکھتے ہوئے انسان کی بنیادی ضرورتوں (حاجات اصلیہ)، دولت کی ملکیت کے تصور، دولت کی پیداوار کے ذرائع، امداد باہمی (معاونت)، پیشوں، معیار زندگی اور دولت کے استعمال وغیرہ کو بحث کا موضوع بناتے ہیں۔

Marfat.com

ملکیت کے تصور کا تاریخی جائزہ

انسانوں میں ملکیت کے تصور کی ابتداء

شاہ ولی اللہؒ انسانی زندگی کے رہن سہن اور اس میں تبدیلیوں کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کو وہ 'ارتفاقات' کہتے ہیں۔ انسان نے پہلے پہل اپنی زندگی کی ابتداء کس طرح کی؟ اس کی تشریح وہ 'ارتفاق اول' کی بحث میں کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''انسان نے اس زمین پر جب اپنی تمدنی زندگی کا آغاز کیا تو اس کے پاس صرف قدرتی وسائل یعنی زمین، دریا، پہاڑ، جنگل اور حیوانات تھے۔ اپنا پیٹ پالنے کے لئے لوگوں نے قدرت کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ چونکہ ایک شخص ساری نعمتوں میں ایک ہی وقت میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے یہ بات لازمی ہوگئی کہ انسان ایک دوسرے کی ضرورت (حاجات) پوری کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں[49]۔ ایک شخص زمین کھودنے کے اوزار بنائے تو دوسرا زمین کھود کر کھیتی باڑی کرے، تیسرا ان دونوں کو دودھ اور گوشت فراہم کرنے کے لئے مویشی پالے اور چوتھا ان سب کے لئے لباس تیار کرے۔ ایک دوسرے کی مدد

Marfat.com

کرنے کے لئے لین دین کی مختلف شکلیں بنیں اور اس طرح چیزوں کے تبادلے (مبادلت) کا نظام وجود میں آیا۔[50] انسانوں میں لوگ اچھے بھی پیدا ہوتے رہے اور برے بھی۔ ان میں بعض سست و کاہل بھی پیدا ہوئے جنھوں نے بیٹھے بٹھائے روزی حاصل کرنا اپنا وطیرہ بنا لیا کچھ لوگ ان میں لالچی اور حرص کرنے والے بھی پیدا ہوگئے جنہوں نے اپنی ملکیتوں ہی پر بس نہیں کی بلکہ دوسروں کی زمینوں اور ملکیتوں پر بھی قبضہ کرنا شروع کردیا۔ اس قسم کے لوگوں کو قابو میں لانے کے لئے ان سے زیادہ زبردست لوگ پیدا ہوگئے جو خود بھی لالچ میں آگئے اور دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کرنے لگے۔ اس طرح ایک طرف ان غاصب زمینداروں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا۔ دوسری طرف حقوق سے محروم ہونے والے لوگ معاون کی بجائے مزدور بن گئے اور تبادلے کی جگہ انہیں مزدوری ملنے لگی۔ ان زمینداروں میں جو سب سے بڑا زمیندار ہوتا تھا وہ سردار کہلانے لگا۔ اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو اپنے قابو میں رکھنے اور انہیں سزائیں دینے کے لئے وہ کچھ لوگوں کو ملازم رکھنے لگا جنہوں نے ایک طرح کی فوج کی شکل اختیار کرلی۔ اس طرح جوں جوں انسانی تمدن میں ترقی ہوئی ایسے لوگ دوسروں کے حق غصب کرکے عیش و عشرت میں غرق ہوئے[51] اور پھر زیادہ ملکیت بڑھانے میں مصروف ہوگئے۔"

ملکیت کی ہوس کے نتائج

ہزاروں سال تک جب انسانون میں اپنی ملکیت کو بڑھانے اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے کا رجحان بڑھتا رہا تو معاشرے نے ایک خاص شکل اختیار کرلی اور اس سے جو نظام پیدا ہوا اس کی خصوصیت شاہ صاحب کے خیال میں یہ ہوگئی کہ:

(1) لوگ آخرت کو بھول گئے اور شیطان ان پر غالب آگیا۔

Marfat.com

(2) دولت کو مزید دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے استعمال کرنے کا رجحان بڑھ گیا۔

(3) بڑا آدمی بننے کیلئے تاج وتخت، اونچے اونچے محل، حمام، باغات، گھوڑے، چمکتے دمکتے قیمتی لباس اور غلاموں کا ہونا ضروری سمجھا جانے لگا۔

(4) عیش وعشرت اور تکلفات معاشرے میں عام ہوگئے۔

(5) غریبوں، کاشتکاروں، دوکانداروں اور دوسرے پیشہ وروں پر ٹیکس لگائے جانے لگے اور پھر ان ٹیکسوں کی رقم حیلے بہانے سے بڑھنے لگی۔

(6) مزدوروں، غریبوں پر سختی ہونے لگی ان کی قدر و قیمت گدھے اور بیل کی سی ہوکر رہ گئی جن کو امیر لوگ دولت پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے لگے۔ انہیں صرف اتنا کھانے کو ملتا کہ وہ زندہ رہ سکیں اور صرف اتنا آرام کرنے کی مہلت ملتی کہ آئندہ کام کرنے کے لئے تازہ دم ہوسکیں۔

(7) غریبوں اور مزدوروں کی معاشرے میں کوئی عزت نہ رہی۔

(8) اس معاشرے میں بے کار اور نکمے لوگ پیدا ہوگئے جن کا کام بڑے لوگوں کی خوشامد ہوتا تھا جس کی بدولت وہ ان کے ٹکڑوں پر پلتے تھے۔[52]

دولت کی تقسیم کے اس نظام کو شاہ ولی اللہ ''قیصر و کسریٰ کا نظام'' کہتے ہیں اور عالمی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ:

''ایسے نظام کہ جن تہذیبوں پر انسان فخر کرتا ہے ان میں تمام برائیاں موجود تھیں خاص کر ایران اور روم کی سلطنتیں تو ان تمام برائیوں کا ہی ملغوبہ تھیں۔''[53]

اسلام اور آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد

دولت کے اس غاصبانہ نظام پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

''جب انسانیت پر اس قسم کے مصائب بڑھ گئے اور اس میں معاشرتی برائیاں اور

Marfat.com

زیادہ ہوگئیں تو خدا نے آنحضرت ﷺ کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا اور آپ کے نظام کو دنیا کی ہدایت کے لئے میزانِ عدل (انصاف کا ترازو) قرار دیا۔ اور اس نبی کے ذریعے خدا نے یہ بات طے کردی کہ آپ کو ودیعت کئے گئے ''دولت کے نظام'' سے ان جاگیرداروں کے ''دولت کے نظام'' کو ختم کردیا جائے اور ایسی حکومتوں کا قلع قمع کیا جائے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ آنحضرت ﷺ کے ''نظام دولت'' اور ''نظام حکومت'' سے قیصر و کسریٰ جیسی حکومتوں کا وجود ختم ہوگیا، نہ کوئی قیصر رہا نہ کسریٰ''۔ (54)

مسلمانوں کا ماضی اور حال

شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے دور کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے آپ نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ دولت کی تقسیم کے غلط تصورات انسانوں میں پیدا ہوئے جن کی وجہ سے معاشرے میں بیماریاں پھیلیں اور وہ انسانیت کے بدن پر اس قدر پھیل گئیں کہ قدرت نے آنحضرت ﷺ کے ذریعے ان بیماریوں کا علاج کیا اور قیصر و کسریٰ کے نظام کو ختم کیا۔ اس کی جگہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسا نظام دیا جس سے لوگ امن اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے اور دنیا سے غربت، افلاس، جہالت اور مفاد پرستی جیسی بیماریوں کا خاتمہ ہونے لگا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد اس مشن کو کچھ عرصے تک لوگوں نے خوب اچھی طرح چلایا لیکن پھر ذاتی مفادات، دولت کی فراوانی اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی ہوس وغیرہ جیسی برائیاں مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگئیں۔ لالچی لوگ پھر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی تگ و دو کرنے لگے اور اس قیصر و کسریٰ کے نظام کو اپنا لیا۔ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی وفات سے نبوت ختم ہوگئی اور وہ خلافت جس میں مسلمانوں کے درمیان باہم قتال نہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ختم ہوگئی پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے

Marfat.com

خلافت ہی ختم ہوگئی۔ زیادہ تکلیف دہ بات حکومت صحابہ کے ساتھ بنواُمیّہ کے جھگڑے ہیں اور ان کی سختیاں ہیں جن کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کی حکومت قائم ہوگئی اس کے بعد جابر اور سرکش بنوعباس کی حکومت ہے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے رسوم و رواج کے موافق پھر اپنی خلافت کی بنیاد ڈالی۔"(55)

شاہ صاحبؒ نے ان مختصر اور جامع الفاظ میں مسلمانوں کی پانچ سو سالہ سیاسی تاریخ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں مسلمانوں کا حال ان کے ماضی سے بھی خراب ہے قیصر و کسریٰ کے نظام کی ساری باتیں ایک ایک کر کے آج ان میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے دور کے مسلمان بادشاہوں اور جاگیرداروں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

"ان امیروں اور بادشاہوں کی حالت اگر تم دیکھ لو تو پھر تمہیں قیصر و کسریٰ کے نظام اور ان کے حالات بتانے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔"(56)

دولت کی پیداوار کے وسائل اور ملکیت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ جوں جوں انسان کی ضرورتیں بڑھتی گئیں اور اس میں "میری" اور "تیری" کا خیال پختہ ہوتا گیا تو اسی قدر اس میں خدا کی نعمتوں کو اپنی ملکیت بنانے کا جنون بھی بڑھتا گیا۔ اس طرح طاقتور کامیاب ہوگیا اور کمزور اس کے ظلم کا شکار ہوگیا۔ اس بات کو آپ نے کہیں انسان کی نفسیات پر بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور کہیں تاریخ عالم کا جائزہ لیتے ہوئے دہرایا ہے، کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا ہے اور کہیں اپنے زمانے کے حالات پر تنقید کرتے ہوئے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔(57) آپ کی رائے میں (الف) دولت کی اصل بنیاد قدرتی وسائل ہیں ان کے بعد (ب) زراعت، انسانی دولت کی پیداوار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے (ت) زراعت سے تجارت و صنعت وجود میں آتے ہیں۔ ان وسائل کو کام میں لانے کے لئے کچھ پیشے بن جاتے ہیں اور پھر یہ دولت، محنت اور تنظیم

Marfat.com

سے معاشرے میں مہیا ہوتی ہے۔اس کو اپنے اپنے گھروں میں کون لے جاتا ہے؟ یا حقیقت میں اسے کس طرح تقسیم ہونا چاہئے؟ یہی وہ سوال ہیں جن سے ملکیت کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔ اس لئے شاہ صاحبؒ ان قدرتی، زرعی، تجارتی اور صنعتی وسائل پر خوب بحث کرتے ہیں۔اس بحث کا خلاصہ اگلے صفحات میں پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

قدرتی وسائل

کانیں

کوئلہ، فولاد، سیسہ، سونا، چاندی، نمک اور دوسری معدنیات کی اہمیت سے کون واقف نہیں۔ آج دنیا میں سینکڑوں پیشے ان معدنیات کی بدولت وجود میں ہیں اور دنیا کے اہم ترین کاروبار انہیں کی بدولت چلتے ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں ان پر اجتماعی ملکیت کی بجائے کسی ایک شخص یا چند لوگوں کی اجارہ داری ہے وہاں دولت کی تقسیم بھی غیر منصفانہ ہے اور انسانوں کے رہن سہن میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ معدنیات جن میں خود انسان کو مشقت نہ کرنی پڑے کسی ایک شخص کی ملکیت میں نہیں دیئے جا سکتے۔ اگر ایسا کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عام مسلمانوں کو نقصان پہنچایا گیا ہے اور ان پر ظلم کر کے ان پر دولت کی تنگی کی گئی ہے۔[58] آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ابیض بن حمال مآربی رضی اللہ عنہ کو ان کے علاقے مآرب کا نمک (یعنی نمک کی کان) دے دیا۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے تو انہیں (معلوم کا) سرچشمہ عطا کر دیا ہے۔ یہ واقعہ

Marfat.com

بیان کرنے والا (راوی) کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ نمک فوراً ان سے واپس لے لیا"۔ (59)

پانی

پانی انسان کی اہم ترین ضرورت ہے۔ پینے کے علاوہ انسان اس سے زراعت، صنعت وحرفت اور گلہ بانی وغیرہ میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ قدرت نے اپنی یہ نعمت دریاؤں، تالابوں اور چشموں کی صورت میں عطا کی ہے۔ اس نعمت پر اگر کسی ایک شخص یا چند لوگوں کا اجارہ ہوجائے تو عام انسانوں کی بہت سی ضرورتیں رک جائیں اور اجارہ داری قائم کرنے والے گروہ، لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر بے انتہا دولت کے مالک ہوجائیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے قدرت کی اس نعمت کا سب لوگوں کے لئے استعمال جائز قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ:

"اگر کوئی شخص خدا کی اس نعمت پر قبضہ کرلے تو وہ ظالم ہے اور خدا کے مال میں بغیر کسی حق کے اپنا تصرف کرتا ہے اور لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے"۔ (60)

اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں شاہ صاحبؒ آنحضرت ﷺ کا ایک فرمان نقل فرماتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی ضرورت سے زائد پانی بیچنے کو منع فرمایا ہے (61)۔ چنانچہ دریا اور چشمے وغیرہ شاہ صاحبؒ کے نزدیک کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہوسکتے بلکہ وہ سب لوگوں کی (اجتماعی) ملکیت ہیں۔

جنگلات اور گھاس

زمین کے کچھ حصے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ایک چھوٹا سا جنگل ہوتا ہے اس میں لمبی لمبی گھاس ہوتی ہے اور مختلف قسم کی خودرو جھاڑیاں بھی ہوتی ہیں۔ جنگلی درختوں کے ساتھ ساتھ اس میں جڑی بوٹیاں بھی اکثر پائی جاتی ہیں، اصطلاح عام میں ان کو چراگاہیں ("رکھا" یا "رکھ") کہا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں یہ چراگاہیں بھی سب لوگوں کی

Marfat.com

اجتماعی ملکیت ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کو اپنی ملکیت بنا کے دوسرے لوگوں کو ان کے استعمال سے روکتا ہے تو شاہ صاحبؒ کے نزدیک وہ ظلم کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور لوگوں پر (قدرتی دولت کی) تنگی کرتا ہے۔[62] آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی نقل فرماتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا کہ:

''اللہ اور اس کے رسول کے سوا چراگاہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی[63] اس لئے اجتماعی صورت میں اس قسم کی چراگاہوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔''

چنانچہ قدرتی وسائل، جن سے دولت پیدا ہوتی ہے کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتے بلکہ شاہ صاحبؒ کے خیال میں ان پر سب لوگوں کا برابر کا (اجتماعی) حق ہے۔ جو شخص بھی ان پر قبضہ کرتا ہے وہ ظالم ہے اور لوگوں کی دولت کو غصب کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ قدرتی وسائل کسی کے ہاتھ کی کمائی نہیں ہوتے بلکہ خدا کا فضل ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں جو زبردستی ان قدرتی وسائل پر اپنی ملکیت قائم کرتا ہے شاہ صاحبؒ آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ (قیامت کے روز) فرمائے گا آج میں تجھ سے اپنے فضل کو روکتا ہوں جس طرح تو نے دوسروں کو اس چیز (یعنی قدرتی وسائل) کے فضل سے روکا تھا جو تیرے ہاتھ کی کمائی نہ تھی''۔[64]

Marfat.com

زرعی وسائل

زمین کی ملکیت کے بارے میں شاہ صاحبؒ کے خیالات کی بنیاد آپ کا ''عمرانی عدل'' (معاشرہ میں صحیح انصاف) کا فلسفہ ہے۔ جس کی روح یہ ہے کہ نہ تو دوسروں پر ظلم کرو اور نہ ظلم ہونے دو[65]۔ آپ کے نزدیک فلسفہ ملکیت کا دار و مدار انسان کی ''قابلیت'' اور اس کی ''محنت'' پر ہے[66] اور ان جائز ذرائع پر ہے جو قدرت نے انسان کو فطری طور پر عطا کئے ہیں۔

عدلِ عمرانی کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زمین کی ملکیت کے مسئلہ پر چند بنیادی باتیں کہی ہیں۔ انھیں آپ نے کسی ایک بحث کے تحت بیان نہیں فرمایا۔ مختلف ابواب میں اس سلسلے میں آپ نے جو فکر ہمیں بخشا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

زمین کی حقیقی ملکیت

زمین کا حقیقی مالک صرف اور صرف خدا ہے[67]۔

Marfat.com

انسانوں کے لئے زمین کی حیثیت

خدا کی یہ ساری زمین سب انسانوں کے لئے ایک مسجد اور سرائے کی طرح وقف ہے۔ جس طرح ایک وقف میں سب مسافروں کو فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق ہوتا ہے اسی طرح سب لوگ خدا کے اس وقف (زمین) سے فائدہ اٹھانے میں برابر کے شریک ہیں[68]۔

زمین سے فائدہ اٹھانے کا اصول

خدا کی زمین سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ تو یہ ہے کہ زمین اجتماع (خلیفہ یا حکومت) کے پاس چلی جائے اور وہ افراد کی اہلیت اور ان کی محنت کے مطابق اس کو تقسیم کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو شخص اس سے فائدہ اٹھا رہا ہو اس کو اس کی دیکھ بھال اور معاملات کا ذمہ دار بنا دیا جائے۔ اس صورت میں جو پہلے اپنے تصرف میں لائے وہی حقدار ہوگا۔ نہ اس کو تنگ کیا جائے نہ اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے[69] بلکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ اصول بنا لیا جائے کہ:

''جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے''[70]۔

ملکیت کا مفہوم

جو شخص خدا کی زمین اپنے تصرف میں لا رہا ہے اور اس زمین کے معاملات کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے اس کا مالک ہے تو شاہ صاحبؒ کے نزدیک ملکیت سے مراد یہ ہے کہ وہ

''دوسرے لوگوں کی نسبت اس زمین سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے''[71]۔

کاشتکاری یا معاہدہ ''منفعیت زرعی''

ملکیت کی اصلی بنیاد تو یہ ہے کہ انسان خود اپنے ہاتھوں سے فصل بوئے اور کھیت میں کام کرے۔ لیکن ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک انسان کسی مجبوری یا اور وجہ سے خود تو کھیت

Marfat.com

میں کام نہیں کرسکتا لیکن جسمانی کام کے علاوہ اس کی دوسری قانونی ذمہ داریاں قبول کرتا ہے۔ وہ اگر کسی دوسرے شخص سے اس زمین میں ''محنت'' (جسمانی کام) کرنے کا معاہدہ کرلے تو اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس کو ''مزارعت'' کہتے ہیں۔ اس میں دونوں معاہدہ کرنے والے پیداوار میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح باغات کے معاملے میں دو آدمیوں کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ درخت تو ایک آدمی کے ہوتے ہیں اور دوسرا آدمی انہیں پانی دیتا ہے اور ان کی دیکھ بھال کرتا ہے جب پھل پک کر اتریں تو دونوں آپس میں بانٹ لینگے، اس کو ''مساقات'' کہتے ہیں۔

چنانچہ زمین سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس قسم کے زرعی معاہدوں (مزارعت، مخابرت، مساقات وغیرہ) کا شاہ ولی اللہؒ بھی ذکر کرتے ہیں[72]۔

اسلام چونکہ قیصر و کسریٰ (جاگیردارانہ) نظام کے خاتمہ کے لئے آیا تھا اس لئے اس مسئلے پر مسلم علماء نے کافی بحثیں کی ہیں تا کہ لوگ بڑی بڑی زمینوں کے مالک ہوکر خود ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہ جائیں خود عیش کریں اور دوسرے انسانوں کو ایک طرح کا غلام بنالیں۔ اس لئے ہر بڑے عالم نے اس اہم مسئلے پر اپنی اپنی رائے بیان کی ہے۔

ان میں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو زمین اس شرط پر فائدہ اٹھانے کے لئے دی تھی کہ اس میں جو بھی پیداوار ہو اس کا آدھا وہ سرکاری خزانے (بیت المال) میں دیا کریں گے۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کے مالک اور کاشتکار کے درمیان اس قسم کا معاہدہ ہوسکتا ہے[73]۔ لیکن کچھ مسلم علماء سرمایہ کے اسلامی نظام کی روح کے پیش نظر اسلامی ترغیبات اور آنحضرت ﷺ کے اقوال کی روشنی میں اس قسم کے معاہدے کے قائل نہیں تھے۔ ان کے خیال میں اس طرح پھر جاگیرداری اور زمینداری کا نظام پھلے پھولے گا اور قیصر و کسریٰ کے دور کی خرابیاں مسلمانوں میں بھی پیدا ہوجائیں گی جس سے زراعت کے بارے میں اسلامی روح کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ یہ علماء آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو دلیل مانتے

Marfat.com

ہیں جس میں آپ نے فرمایا:

''کسی شخص کے پاس زمین ہوتو اس کو نہ بٹائی (مضاربت) پر دے اور نہ نقد لگان (ٹھیکہ یا اجارہ) پر دے۔ اور تم میں سے جس کے پاس بھی زمین ہو یا تو وہ خود کاشت کرے یا اپنے مسلمان بھائی کو کاشت کے لئے مفت دے دے۔''(74)

ایک دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''کسی کے پاس زمین ہوتو اس کو چاہئے کہ خود کاشت کرے یا دوست کو مفت کاشت کے لئے دیدے۔ اور دونوں میں سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تو زمین کو روک لے۔''(75)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے قرآن وحدیث کی تعلیمات بھی تھیں، مسلم علماء کے افکار بھی، مسلمانوں کا ماضی، وحال بھی اور خاص طور پر ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت بھی۔ آپ نے کاشتکاروں کے ان معاہدوں کو ''معاونت'' (امداد باہمی) قرار دیا(76) جن کی رو سے کاشتکار اور زمین کا مالک نفع میں برابر کے شریک ہوجاتے ہیں۔ اور بتایا کہ:

جب تک دونوں میں ''عدل عمرانی'' (معاشرتی انصاف) کی بنیاد پر تعاون ہے دونوں کی روزی بہتر طور پر چلے گی(77) اور جب کسی طرف سے بھی اس میں خرابی واقع ہوگئی تو انسانوں کی معاشرتی زندگی میں فساد برپا ہوجائے گا۔ اس لئے ''معاونت'' کی شرط یہ ہے کہ زمین کا مالک ہو یا کاشتکار کوئی بھی کسی کو تنگ نہ کرے(78)۔ کیونکہ مقصد کاشتکار بننا یا زمین کا مالک بننا نہیں ہے بلکہ خدا نے جو مال زمین کی صورت میں جائز کردیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا ہے(79)۔ ملکیت (زمین) سے مراد صرف یہ ہے کہ زمین کے مالک کو دوسروں کی نسبت (جن کی وہ زمین ملکیت نہیں ہے) نفع حاصل کرنے کا حق زیادہ ہے۔ ورنہ حقیقت میں سب ہی لوگ اس فائدے میں شریک ہیں(80)۔ چنانچہ زمین کو ان مختلف قسم کے معاہدوں (مزارعت، مضاربت اور اجارہ وغیرہ) کے تحت ان اصولوں کو سامنے رکھ کر دینے میں، شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک کوئی ہرج نہیں ہے۔

Marfat.com

زمینداری اور جاگیرداری کا وہ نظام جس میں کاشتکاروں پر ظلم ہوتا ہے شاہ صاحبؒ کے نزدیک باطل اور قابل نفرت نظام ہے اس کو بار بار شاہ صاحبؒ قیصر و کسریٰ کے نظام سے یاد کرتے ہیں۔ اس زمینداری نظام کی شاہ صاحبؒ خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''زمیندار عیش و آرام میں رہنے لگتا ہے اس عیش کوشی کے لئے وہ اپنے مزارعین پر ''رواج'' اور ''رسوم'' اور دیگر ناموں سے بھاری ٹیکس لگا دیتا ہے تا کہ مزارع کے پاس دولت کم رہے اور وہ خود پیداوار کا اکثر حصہ اپنے گھر لے جائے۔ ان ٹیکسوں کو وہ بیچارے مزارعہ سے سختی سے وصول کرتا ہے۔ اگر وہ پھر بھی ادا نہ کریں تو ان سے لڑائی جھگڑا کرتا ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے۔ ان کو حیوانوں کی طرح سمجھنے لگتا ہے اور اپنی فصلوں کو پانی دینے، فصل اگانے اور کاٹنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ انھیں صرف اس قدر دیتا ہے کہ وہ زندہ رہ سکیں آرام بھی اتنا ہی دیتا ہے کہ وہ پھر کام کرنے کے لئے تازہ دم ہو سکیں[81]۔ ان باتوں کو بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ اپنے زمانے کے ہندوستان کی حالت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہی حالت اس وقت ہندوستان کی ہے بلکہ اس قدر بدتر ہے کہ قیصر و کسریٰ کا زمانہ بھی اس کے سامنے کچھ نہیں[82]۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کے نظام کو ختم کیا جائے اور صحیح اسلامی کاشتکاری نظام لایا جائے''[83]۔

Marfat.com

تجارتی و صنعتی وسائل

انسان نے جب کھیتی باڑی شروع کی تو اسے اوزاروں کی ضرورت پڑی اور جب فصلیں تیار ہوگئیں تو پھلوں اور اناج کو اس نے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے استعمال کرنا شروع کیا اور چیزوں کے تبادلے کرنے لگا۔ چیزوں کے لین دین سے تجارت کا آغاز ہوا۔ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے انسان کو جن اوزاروں اور استعمال کی چیزوں کی ضرورت پڑی، ان کی بدولت مختلف صنعتیں پیدا ہوئیں (84)۔ اس طرح تجارت اور صنعت بھی دولت پیدا کرنے کا اہم ذریعہ بن گئے۔

شاہ ولی اللہؒ کا خیال ہے کہ انسان جس رفتار سے ترقی کرتا رہا اس رفتار سے اس کی ضرورتیں بڑھتی گئیں۔ ان بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے تجارت اور صنعت سے بھی سرمائے کے اجارہ داروں نے زیادہ سے زیادہ دولت کمانی شروع کردی اور ایسے طریقے ایجاد کرلئے جن کی بدولت دولت کی پیداوار کے ان وسائل میں بھی مزدوروں، دستکاروں اور معمولی لوگوں کو غلام بنانا شروع کردیا۔ ان لوگوں کی زندگیاں دوسروں کے لئے کام کرنے تک محدود ہوکر رہ گئیں اس کا صلہ سرمایہ دار صرف اتنا دیتا تھا کہ وہ زندہ رہ سکیں اور اس کے لئے جانوروں کی طرح کام کرتے رہیں (85)۔

Marfat.com

تجارت وصنعت کا بنیادی اصول

تجارت ہو یا صنعت جب دو انسان اپنی ضرورتیں پوری کرنے اور زندہ رہنے کے لئے کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے ہیں۔ معاہدہ کرنے والے دونوں فریقوں پر معاہدے کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ شاہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ اگر ان دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے پر زیادتی کرنے لگے تو معاشرے میں زندگی گذارنے کا توازن بگڑ جاتا ہے اور اس میں ظلم اور فساد کی ابتدا ہو جاتی ہے، جس سے قیصر و کسریٰ کا نظام پیدا ہو جاتا ہے۔

تجارت وصنعت کی مختلف صورتوں میں انسان جو معاہدے ایک دوسرے سے کرتے ہیں شاہ صاحبؒ کی رائے میں ان کا دارومدار ''اصولِ معاونت'' اور ''عدلِ عمرانی'' پر ہے۔ اس اصول کی رو سے نہ تو کوئی شخص کسی کا نوکر ہے اور نہ کوئی آقا، نہ ہی کوئی دستکار صرف مزدور ہے اور صنعت کار مالک یا سیٹھ، بلکہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور دونوں کا ایک دوسرے سے ''معاونت'' کا معاہدہ ہوتا ہے۔ تجارت وصنعت میں ان معاہدوں کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

تجارت

تجارت میں انسان ایک دوسرے سے جو معاہدے کرتا ہے ان کا شاہ صاحبؒ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کے لئے خاص فقہی (قانونی) اصطلاحیں استعمال کی ہیں اور تجارت کی مختلف صورتیں بنائی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ایک شخص کاروبار میں پیسہ لگاتا ہے اور دوسرا اس کاروبار کے لئے محنت کرتا ہے نہ پہلا شخص مالک ہے، اور نہ دوسرا مزدور بلکہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور کاروبار سے ہونے والے نفع میں برابر کے شریک ہیں۔ اس طریقہ کو ''مضاربت'' کہتے ہیں[86]۔

Marfat.com

(2) ایک دوسری صورت یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار کے لئے سرمایہ بھی مہیا کریں اور مل کر کام بھی کریں اس طرح وہ نفع میں برابر کے شریک ہوں گے یہ طریقہ پہلے طریقے سے بہتر ہے۔ تجارت کے اس طریقے کو ''مفاوضت'' کہتے ہیں[87]۔

(3) ایک تیسری صورت بھی ہے وہ یہ کہ سرمایہ مختلف لوگوں کا ہو یا پورے طور پر اجتماعی یعنی 'حکومت' کا اور اس سے مختلف تجارتی ادارے بنائے جائیں۔ ان تجارتی اداروں میں جو لوگ کام کریں منافع ان سب میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ طریقہ پہلے دونوں طریقوں سے زیادہ مؤثر اور فائدہ مند ہے اس طریقۂ تجارت کو شاہ ولی اللہؒ ''شرکت الوجوہ'' کہتے ہیں۔[88] ان صورتوں کے علاوہ شاہ صاحبؒ نے اور بھی کئی صورتوں پر بحث فرمائی ہے۔

صنعت

تجارت کی طرح صنعت میں بھی ''اصول معاونت'' (امداد باہمی) کا اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اصول کی بنیاد پر مالک اور مزدور میں وہ فرق نہیں رہتا جس سے سرمایہ دارانہ نظام پیدا ہو۔ صنعت کی صورتوں پر شاہ صاحبؒ نے بحث فرمائی ہے ان میں ایک دو صورتیں درج ذیل ہیں:

(1) جو شخص کسی صنعتی پیشے میں سرمایہ لگائے اور جو لوگ اس پیشے میں کام کریں دونوں فائدہ اٹھانے میں شریک ہیں اور دستکاروں کو اتنا فائدہ ملنا ضروری ہے جس سے ان کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں اچھی طرح پوری ہو جائیں اور وہ خوشحال زندگی بسر کریں[89] اگر ایسا نہ ہوا تو قیصر و کسریٰ اور اسلامی نظام میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

(2) ایک دوسری صورت بھی ہے وہ یہ کہ ایک ہی پیشے کے دستکاروں کا ایک صنعتی ادارہ ہو، اس طرح مختلف صنعتی ادارے قائم ہوں۔ ان کے لئے سرمایہ (حکومت کی طرف سے) مہیا کیا جائے اور پھر (اصل سرمائے اور اس کے منافع کے حساب سے)

Marfat.com

منافع ان دستکاروں میں برابر تقسیم کردیا جائے۔ صنعت کا یہ طریقہ ''شرکت الصنائع'' کہلاتا ہے۔[90] یہ طریقہ عمرانی عدل اور ''اصول'' کے زیادہ قریب ہے۔ اس سے معاشرے میں فوری خوشحالی لائی جاسکتی ہے۔

بلامحنت کے کاروبار

صنعت وتجارت میں شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بنیادی اصول ''معاونت'' (امداد باہمی) ہے۔ اس میں صنعت کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور موجود ہوتا ہے۔ لیکن ایسے کاروبار جن میں محنت کو بالکل دخل نہ ہو یا جن کے ذریعے دولت صرف چند لوگوں میں جمع ہوکر رہ جائے، خدائی زمین میں فساد کا باعث ہیں۔ ان سے ''عدل عمرانی'' (معاشرتی انصاف) باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ کچھ لوگ تو عیش وآرام کی زندگی گذارنے لگتے ہیں اور کچھ کی زندگی جانوروں کی طرح گذرتی ہے اور ان کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملامسۃ، منابذۃ اور بیع صفات کاروبار کی ایسی صورتیں تھیں جن میں ''معاونت'' کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے مطابق انہیں ناجائز اور نفرت کے قابل قرار دیا گیا۔ ان کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ کسی نہ کسی بہانے لوگوں کے مال پر ہاتھ صاف کیا جائے اور بغیر کسی ''محنت'' کے دولت حاصل کی جائے۔ جوا، لاٹری، ریس وغیرہ اس دور میں اسی قسم کے کاروبار ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے ان کی بے پناہ مخالفت کی ہے[91]۔

دولت کے ذریعے بغیر محنت کئے دگنی چوگنی دولت پیدا کرنے کو ربوا کہتے ہیں۔ جب کسی شخص کو کسی ضرورت کے لئے رقم کی ''احتیاج'' ہوتی ہے تو لوگ اسے قرض کے طور پر کچھ رقم دے دیتے ہیں اور پھر وہ رقم بڑھتی ہی رہتی ہے اور دوگنی تگنی ہوجاتی ہے جس سے بیچارے مقروض کا چھٹکارا پانا مشکل ہوجاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کے خیال میں بلا محنت کئے اس طرح مال کے ذریعے مال اکٹھا کرنا درست نہیں۔ اس سے معاشرے میں فساد اور دشمنی پھیلتی ہے اور بہت سی معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر بغیر محنت اس قسم کے

Marfat.com

دولت کمانے کے ذریعے پھیلنے لگیں تو پھر زراعت اور صنعت پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔

تجارتی بدعنوانیاں

تجارت وصنعت میں سب سے اہم چیز نرخ (بھاؤ) ہیں، ان کا عام لوگوں کی خوشحالی یا بدحالی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ چیزیں سستی ہوں گی تو عام لوگ انہیں آسانی سے خرید سکیں گے اور ان کی روزمرہ کی ضرورتیں آسانی سے پوری ہوں گی لیکن اگر نرخ (بھاؤ) بڑھ جائیں تو اس سے عام لوگوں کے خریدنے کی قوت (قوت خرید) کم ہوجائے گی۔ دوکانوں اور کارخانوں میں پوری طرح ''محنت'' کے باوجود ضروریات زندگی سے وہ محروم ہوجائیں گے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی زندگی کا معیار گر جائے گا۔ لیکن دوسری طرف تاجر اور صنعت کار خوب فائدہ اٹھائیں گے اور دولت چند لوگوں کی طرف سمٹنا شروع ہوجائے گی اس طرح امیر، امیر تر ہونا شروع ہوجائیں گے اور غریب، غریب تر۔ اس قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان ''عدل'' (انصاف) قائم کیا جائے۔ ایسا انصاف جس سے تجارتی بدعنوانیاں ختم ہوجائیں اور کسی کو کسی بھی طریقے سے نقصان نہ پہنچے۔

شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ معاشرے میں تاجر، صنعت کار اور خریداروں کے درمیان اس انصاف کے قائم کرنے کے باوجود بھی اگر تجارتی بدعنوانیاں پائی جائیں اور لوگ ان بدعنوانیوں کو محسوس کرنے لگیں تو پھر اس قسم کے تجارتی نظام کا بدلنا اور ان بدعنوانیوں کا فوری خاتمہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ملک تباہ و برباد ہوجائے گا۔

مال و دولت کا ذخیرہ

صنعت وتجارت میں جو چیز سرمایہ دارانہ نظام کو قوت پہنچاتی ہے وہ مال و دولت کا ذخیرہ کرنا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

Marfat.com

(1) تجارتی اور صنعتی مال کو خریداروں تک پہنچانے کی بجائے صرف اس لئے روکنا کہ اس کے دام بڑھ جائیں تو فروخت کیا جائے۔ اس طرح ''مال'' روکے رکھنے کو ''احتکار'' کہتے ہیں۔

(2) تجارت، صنعت یا زراعت سے جو روپیہ، سونا، چاندی وغیرہ سرمایہ حاصل ہو اس کو اس لئے عرصے تک جمع رکھنا کہ یہ دولت ہمارے پاس اکٹھی ہوتی رہے، اس سے لوگ فائدہ نہ اٹھائیں اور اس کی گردش (تجارتی یا صنعتی کاروبار کی صورت میں) نہ ہو۔ اس طرح ''دولت'' کے روکنے کو ''اکتناز'' کہتے ہیں۔

اسلام نے ان دونوں صورتوں کی ہر شکل کو حرام قرار دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ جاگیردارانہ نظام کی جڑ یہی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یعنی احتکار میں تو تاجر و صنعت کار کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کو جائز منافع کی بجائے کافی منافع ملے اور وہ راتوں رات دولت مند بن جائے۔ دوسری صورت یعنی اکتناز میں اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ دولت اس کا اپنا حق ہے چاہے جمع کرے، چاہے اپنی ذات پر خرچ کرے یا کسی کاروبار میں لگائے۔ وہ اس دولت کا مالک (سرمایہ دار) ہے۔

تاجر اور صنعت کار کی انہی خواہشوں کو سامنے رکھتے ہوئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے احتکار اور اکتناز پر کافی بحث کی ہے اور اس قسم کے رجحان پر کڑی تنقید کی ہے۔ آپ احتکار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نفع حاصل کرنے کے لئے تاجر دو صورتیں اختیار کرسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ مال روک لے اور جب مال کی کمی کی وجہ سے بازار میں نرخ (بھاؤ) بڑھ جائے تو فروخت کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کم سے کم نفع میں مال فروخت کرے، پھر لائے اور فروخت کرے یعنی 'کم نفع' اور 'فوری فروخت' کے اصول کو اپنائے۔[92]

ان دونوں صورتوں میں معاشرے میں لوگوں پر جو اثر ہوگا اس کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ 'کم نفع اور فوری فروخت' کا اصول شہری زندگی کی بہتری کے عین

Marfat.com

مطابق ہے اس سے لوگ (عوام) پھلیں پھولیں گے اور خوشحال ہوں گے۔

جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے یعنی (تجارت وصنعت کا) 'مال روکو اور زیادہ فائدے میں مال فروخت کرو' اس سے تو کھلم کھلا یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں کو نقصان پہنچایا جائے اور ملکی انتظام میں خلل ڈالا جائے۔ ظاہر ہے اس قسم کی صورت ملک کے لئے تباہ کن ہے، اس میں لوگوں کی بھلائی کے بجائے ان سے دشمنی کا پہلو نکلتا ہے، جس سے قیصر و کسریٰ کا نظام مضبوط ہوتا ہے اور عدل عمرانی ختم ہو جاتا ہے۔

تجارت وصنعت میں ان غلط قسم کے طریقوں کی حضرت شاہ ولی اللہؒ سخت مذمت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ سب طریقے حرام اور باطل ہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے کہ لوگوں سے ان کا مال چھین لیا جائے۔

اکتناز پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دس بیس درہم (یعنی تیس چالیس روپیہ) اور گھر کی ضرورت کا سامان، استعمال کی چیزیں (جن کی مقدار کی تفصیل آئندہ ابواب میں ملاحظہ فرمایئے) اور رات دن کاروبار کے لئے استعمال ہونے والی رقم 'کنز' (دولت کا ذخیرہ) نہیں ہیں۔ لیکن جب احتکار کی صورتیں عام ہونے لگتی ہیں اور بھاری منافع اور دولت سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع ہونا شروع ہو جاتی ہے تو اس سے ایک ایسا نظام خود بخود جنم لے لیتا ہے جس سے اکتناز (دولت کا ذخیرہ کرنا) خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، جو انسانوں میں فساد اور معاشرے میں برائیوں کی بنیاد بنتا ہے۔

Marfat.com

پیشے

پیشوں کی ابتداء اور اہمیت

آج کل پیشوں کی جو صورت ہے شاہ ولی اللہؒ ان سے مطمئن نہیں۔ اور باتوں کے علاوہ لوگوں نے بعض پیشوں کو حقیر اور بعض کو باعزت سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اس کی وجہ ان پیشوں میں معاشی عدم توازن یعنی دولت کا صحیح طریقے پر نہ دیا جانا ہے۔ آپ کی رائے میں تین چیزیں کسی پیشے کو باعزت یا ذلیل بنانے میں کسوٹی کا کام دے سکتی ہیں۔

(۱) ضرورت (۲) محنت (۳) ارتفاق یعنی انسانی ترقی میں مدد۔

ضرورت یا احتیاج پیشوں کی ابتداء کا بنیادی ذریعہ ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے پاس زمین تھی لیکن اوزار نہ تھے چنانچہ اوزاروں کی صنعت اور اس سے متعلق پیشوں نے جنم لیا۔ اس کے پاس روٹی تھی لیکن کپڑا کیسے پہنے؟ اس کے لئے کپڑا بننے اور لباس تیار کرنے کی صنعتیں اور پیشے وجود میں آئے۔ اس کے پاس غلہ تو تھا لیکن اپنی ضرورت کی چیزیں کیسے حاصل کرے؟ اس طرح تبادلے کے نظام اور تجارت کی مختلف صورتوں نے جنم لیا[93]۔ چنانچہ جوں جوں ضرورت پیش آتی رہی پیشے وجود میں آتے رہے۔

انسان جس قدر ترقی کرتا گیا اس میں حرص و ہوس بڑھتی گئی اور مختلف ادوار میں قیصر و

Marfat.com

کسریٰ (جاگیردارانہ) قسم کے باطل نظام پروان چڑھتے رہے لہذا دولت کو حاصل کرنے کے لئے ایسے ذریعے اور پیشے بھی وجود میں آتے گئے جن سے انسان کو بیٹھے بٹھائے دولت مہیا ہوجائے اور وہ ان پیشوں کو بھی انسانی ضرورت میں داخل کرنے لگے۔ اس لئے شاہ صاحبؒ کے نزدیک دوسرا بڑا معیار ''محنت'' ہے۔ آپ کے خیال میں ایسے پیشے، جن میں محنت نہیں کرنا پڑتی یا وہ عیش وعشرت اور فضول قسم کے کاموں ہی میں مدد دیتے ہیں، انسانیت کے لئے بربادی کا سامان ہیں۔ ان پر جو دولت خرچ ہوتی ہے وہ سب لوگوں کا نقصان ہے۔ چنانچہ محنت اور معاونت کے اصولوں پر کسی پیشے کو پرکھنے سے اس کا صحیح مقام متعین ہوتا ہے۔ (94)

تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ پیشے انسانی ترقی میں مدد کریں۔ ایک پیشہ جسے چند لوگ اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ چند سرمایہ دار یا جاگیردار قسم کے لوگوں کو اس کی ضرورت ہے، اس پیشے میں یوں تو انہیں محنت بھی کرنا پڑتی ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اس کا فائدہ عام لوگوں کو نہیں پہنچتا اس لئے ظاہر ہے اس قسم کے پیشے کی پوری قوم یا معاشرے کو کیا ضرورت ہے؟

چنانچہ ضرورت اور محنت کے ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ اس کی اجتماعی ضرورت بھی ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا فائدہ مند ہے؟ اگر نہیں تو قوم پر بوجھ اور ملک کی بربادی کا باعث ہے اور خوشحال معاشرے کے لئے زہر ہے۔ (95)

بامقصد اور ناکارہ پیشے

جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں با مقصد اور اہم پیشوں کا دارومدار ضرورت، محنت اور ارتفاق کے لئے 'تعاون' پر ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ کن پیشوں کی ضرورت ہے اور کون سے ان میں بیکار ہیں۔ اس کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ معاشرتی بہبود سے متعلق اداروں کو جامع منصوبہ بندی کرنی پڑے گی اور یہ دیکھنا ہوگا کہ ان کے ملک کی آبادی کتنی ہے اور لوگ کن کن پیشوں میں مشغول ہیں اور حقیقت میں انہیں کن پیشوں میں مشغول ہونا چاہئے (96)۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر برے اور بے مقصد پیشوں کو ختم کردیا جائے

Marfat.com

تو ملک کی معاشی حالت پر اس کا گہرا اثر پڑے گا اور لوگوں کی حالت درست ہوجائے گی۔[97]

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تحریروں میں مختلف مقامات پر جن پیشوں کا ذکر کیا ہے انہیں مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) وہ پیشے جو انسان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

(2) وہ پیشے جو ان بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اداروں کے لئے سہولت پیدا کرتے ہیں اور شہری زندگی نیز انسانی ترقی کے لئے ڈھال کا کام دیتے ہیں۔

(3) وہ پیشے جو محض عیش وعشرت اور تفریح اور دیگر انسانی دلچسپیوں کے سامان مہیا کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے پیشوں کی اس تقسیم کا تجزیہ اس طرح کیا ہے کہ

(1) زراعت، صنعت اور تجارت سے انسان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ ان میں 'زراعت' کے پیشے کو معاشرتی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب حالت یہ ہو کہ ملک کی آبادی کا انحصار زمین پر ہو اور لوگ اِدھر اُدھر کے پیشوں میں مشغول ہوجائیں اور صحیح معنوں میں بہت کم لوگ زراعت میں مشغول ہوں تو اس سے ملکی حالت خراب ہوجائے گی اور خود زرعی زندگی اور اس سے متعلق پیشوں کے لوگ بے حد متاثر ہوں گے[98]۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زرعی ملک میں اکثر لوگوں کی زراعت کی طرف توجہ ہو اور زراعت کے پیشے کو غذا کی طرح اہم سمجھا جائے[99] تاکہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا ہو اور ملک کے لوگوں میں اس کی فراوانی ہو، غلہ سستا ہو اور لوگ خوشحال ہوں۔

زراعت کے بعد شاہ صاحبؒ صنعت اور تجارت کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ دستکاری اور تجارت میں معاونت اور محنت کے اصول پر انسانوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرتے ہیں گویا وہ زندگی کے مقصد کی طرف رواں دواں ہیں۔ کیونکہ صنعت و

Marfat.com

تجارت وغیرہ میں محنت کر کے دولت بڑھانے کے معنی ہیں کہ شہری نظام کو مضبوط کیا جارہا ہے جس کے بغیر شہری زندگی باقی نہیں رہتی [100]۔

(2) ان بنیادی پیشوں کے بعد معاشرے میں کچھ ایسے بھی پیشے ہوتے ہیں جو براہ راست ''دولت' تو پیدا نہیں کرتے لیکن دولت کی پیدائش میں مدد دیتے ہیں۔ اس میں عمرانی اور مذہبی تعلیم کے ادارے بھی شامل ہیں جن کی بدولت عملی اور فکری طور پر انسان بہتر بنتا ہے اور مزید انسانی ترقی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ ان پیشوں میں ذرائع حمل ونقل اور مواصلات سے متعلق لوگ بھی آجاتے ہیں۔ انسان کے لباس اور مکان وغیرہ سے متعلق پیشوں کا شمار بھی اس شق میں ہے۔ اس قسم کے پیشوں میں شہری اور ملکی انتظام سے متعلق سب ہی پیشے آجاتے ہیں جن کے ذریعے لوگوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے، ان کے حقوق کی نگہداشت ہوتی ہے، ان کے لئے آرام پہنچانے کے نت نئے طریقے سوچے جاتے ہیں اور پھر مختلف محکمے ان پر عمل کر کے معاشرتی سہولتیں پیدا کرتے ہیں اور ملکی دفاع کرتے ہیں۔ [101] یہ اور اس قسم کے دوسرے پیشے گو کہ ہمیشہ منصوبہ بندی کے محتاج رہتے ہیں لیکن 'دولت' کی پیداوار کی نگرانی، اس کی تقسیم، اس کے دیگر انتظامی امور اور مزید ترقی کے لئے ڈھال کا کام کر دیتے ہیں۔

(3) تیسرے نمبر پر ایسے پیشے آتے ہیں جن کا تعلق نہ تو براہ راست 'دولت' پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور نہ وہ 'دولت' سے متعلق تعمیری اداروں کی فہرست میں آتے ہیں۔ ان میں بعض پیشے تو ایسے ہیں جن کی نہ تو ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ان میں محنت کا کوئی تصور ہوتا ہے۔ بعض پیشے ایسے ہیں جن میں محنت تو ہوتی ہے لیکن یہ محنت چند لوگوں کی دلچسپی کے سامان پیدا کرنے تک محدود رہتی ہے۔ اس قسم کے پیشوں پر شاہ ولی اللہؒ کڑی تنقید کرتے ہیں۔ ملک کی بربادی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور عوام کی بدحالی کا باعث ان ہی لوگوں کو قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

ان میں پہلی قسم کے لوگوں پر تو شاہ ولی اللہؒ خوب خوب برستے ہیں اور براہ راست مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لوگو!

تمہارے اخلاق گر چکے ہیں۔۔۔۔تمہیں چاہئے کہ ضروریات زندگی کے لئے خود کماؤ اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو۔۔۔۔ بلاشبہہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے کماؤ''۔ (102)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے جن لوگوں سے مخاطب ہیں ان میں پہلے نمبر پر امراء اور جاگیردار ہیں۔ یہ لوگ معاشرے سے دولت تو حاصل کرتے ہیں لیکن خود 'محنت' نہیں کرتے۔ اور معاشرے نے ان پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے آپ ان لوگوں سے فرماتے ہیں:

''اے امیرو!

کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا۔تم دنیا کی فانی اور بوسیدہ لذتوں میں اتنے محو ہوگئے ہو کہ تمہیں عوام کا کوئی خیال نہیں رہا۔۔۔۔تم جسے کمزور پاتے ہو اسے نگل جاتے ہو اور جسے طاقتور دیکھتے ہو اس کو چھوڑ دیتے ہو۔تمہاری توجہ لذیذ کھانوں، نرم و نازک عورتوں، اچھے لباس اور اچھے مکان سے باہر نہیں جاتی۔ (103)

شعر کہنا برا نہیں لیکن درباری شاعری اور یہ کہ محض شعر کہنا ہی پیشہ ہو شاہ صاحبؒ اس کے مخالف ہیں۔اس طرح بڑے آدمیوں (جاگیرداروں اور سرمایہ داروں) کی حاشیہ برداری اور مصاحبت بھی بعض لوگ پیشہ بنا لیتے ہیں۔اس قسم کے پیشوں کے بارے میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کی وجہ سے سرکاری خزانے پر اثر پڑتا ہے۔ یہ لوگ کچھ (محنت) نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں یا پھر بڑے لوگوں کی خوشامد کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی باتیں سوچنے میں اپنا وقت برباد کرتے ہیں (104)۔

وعظ کہنا اور لوگوں کو اچھی باتیں بتانا برا نہیں اسی طرح مزارات کی خدمت اور زہد و

Marfat.com

تقویٰ اختیار کرنا بھی اچھی بات ہے۔ لیکن وعظ کو پیشہ بنا لینا، کہنا کچھ اور کرنا کچھ، لوگوں کو دکھلانے کے لئے زاہد اور متقی بننا، اسے ذاتی فائدوں اور 'دولت' کے حصول کے لئے استعمال کرنا یا مزارات پر بیٹھ کر ہی انھیں روزی کا ذریعہ بنانا، یہ اور اس قسم کی سب باتیں ایسی ہیں جن سے ایسے پیشے جنم لے سکتے ہیں جو محنت کے بغیر ہی حصول دولت کی راہیں ہموار کرتے ہیں اور دوسری طرف اس سے مذہب کی حقیقی روح کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی باتوں اور ایسے لوگوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

''ان لوگوں نے عوام کے روپے کو بلا محنت حاصل کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ یہ لوگ کوئی خدمت نہیں کرتے۔ نہ صرف ایک دوسرے کی زندگی مکدر کرتے ہیں بلکہ شہری زندگی یعنی معاشرہ پر بھی ایک قسم کا بوجھ بن جاتے ہیں''۔ (105)

اس قسم کے لوگوں سے براہ راست خطاب فرماتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں:

''اے پیشہ ور واعظو! خود ساختہ زاہدو اور خانقاہوں کو دوکانیں بنانے والو! تم سیدھی راہ چھوڑ کر ادھر ادھر غلط راستوں پر بھٹک رہے ہو اور ہر رطب و یاس کو لے کر لوگوں کو من گھڑت اور جھوٹی باتوں کی طرف بلا رہے ہو۔۔۔ کیا محمدؐ کا طریقہ یہی تھا اور آپ کے سچے ساتھی اور صحابہ یہی کرتے تھے؟'' (106)

اسلامی تعلیمات، رشد و ہدایت سے پھیلی ہیں اور بزرگوں نے تکلیفیں اٹھا اٹھا کر عوام کو ان کی منزل دکھائی ہے۔ ان بزرگوں اور مذہب کے عظیم تبلیغی منصوبوں کو بعض لوگوں نے اپنے ذاتی فائدوں کے لئے خوب استعمال کیا۔ شہرت بھی حاصل کی لوگوں کو الٹی سیدھی باتیں بھی بتائیں اور بلا محنت کئے 'دولت' الگ حاصل کی۔ شاہ ولی اللہؒ خود ایک بزرگ صوفی اور باعمل عالم ہیں۔ اس لئے مذہب اور تصوف کی آڑ میں حصول دولت کے لئے اس قسم کے کاروبار کرنے والوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ چنانچہ اس قسم کے لوگ آپ کے نزدیک عوام کے روپے (سرکاری خزانے) پر بوجھ ہیں۔ آپ نہایت سخت الفاظ میں ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اے مشائخ زادو!

تم نے اپنے بزرگوں کے پاکیزہ طریقوں کو رسم بنا لیا ہے۔۔۔۔تم نے راستے کو تو گم کر دیا ہے اور سمجھتے ہو کہ راہبر ہو۔تم لوگوں کو اس لئے بیعت کرتے ہو کہ خود محنت کئے بغیر ان سے 'دولت' وصول کرو۔تم لوگ ڈاکو، دجال، جھوٹے اور فتنہ پرور ہو''۔ (107)

شاہ صاحبؒ اس قسم کے معاشرتی پیشوں پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔اور اس قسم کی بلا محنت روزی کی مذمت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

''اس قسم کے پیشے ملکوں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں کیونکہ ان کی روزی کا دارومدار محنت کی بجائے عوام کے پیسے پر ہوتا ہے (108)۔دوسرا نقصان اس سے یہ ہوتا ہے کہ جب اس قسم کے پیشوں کی کثرت ہونے لگتی ہے تو لوگوں میں حرام خوری کا مادہ بڑھتا ہے۔ان کے دلوں کی حالت خسیس ہو جاتی ہے اور اچھے اخلاق سے وہ منہ موڑنے لگ جاتے ہیں (109)۔اور اس طرح ترقی کے بجائے معاشرہ زوال کی طرف جانے لگتا ہے۔''

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پیشوں کا بھی تفصیلی جائزہ لیا ہے جن میں محنت کا تصور تو موجود رہتا ہے لیکن یہ محنت چند لوگوں کے لئے عیش و عشرت کا سامان فراہم کرنے کے لئے ہوتی ہے اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔فرماتے ہیں کہ:

''معاشرے میں سے چند لوگوں کا ایک گروہ صرف اس کام میں لگ جاتا ہے کہ وہ رئیسوں کے لئے سونے، ہیرے جواہرات اور دوسری قیمتی دھاتوں کے زیور تیار کریں۔ (110) ایک گروہ ان کے لئے نفیس اور اعلیٰ قسم کے نقش و نگار والے کپڑے تیار کرنے پر لگ جاتا ہے۔ (111) کچھ لوگ بلند و بالا مکانات (کوٹھیاں) تیار کرنے اور ان میں نقش و نگار اور جدت پیدا کرنے کی اختراع میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ (112) کچھ لوگ رئیس زادوں اور نوابوں کے لئے لڑکیوں کو ناچ اور

Marfat.com

گانا سکھانے کے پیشے کو اختیار کر لیتے ہیں اور انہیں سکھاتے ہیں کہ ان بڑے آدمیوں کا دل کیسے بہلایا جائے۔[113] کچھ لوگ اعلیٰ اور مرغن قسم کے کھانوں کے ماہر بن جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ شراب کشی اور مجسمہ سازی کی صنعتوں سے وابستہ ہو جاتے ہیں"۔[114]

چنانچہ ان پیشوں اور اس قسم کے دوسرے پیشوں میں صنعت و حرفت اور محنت کا تصور تو پایا جاتا ہے لیکن عوام کے لئے نہیں بلکہ دولت مند اور سرمایہ داروں کے لئے۔ جہاں تک معیار زندگی اور تفریحات کا تعلق ہے تو یہ بات تو معاشرے کو اجتماعی طور پر منصوبہ بندی سے طے کرنا ہوگی کہ عوام کا معیار کس قدر بلند ہے اور ان کو کن پیشوں کی ضرورت ہے اور کن کی نہیں۔

شاہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ جب معاشرے کی اتنی بڑی آبادی ایسے پیشوں کو اپنا لے جن کی حقیقت میں (اجتماعی طور پر) ضرورت نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ زراعت، بنیادی ضرورتوں کی صنعت اور تجارت میں لوگ کم رہ جائیں گے اور ان پیشوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوں گے۔ اس طرح زراعت و تجارت کے پیشے بری طرح متاثر ہوں گے۔[115] اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوگا جب امراء ان پیشوں پر زیادہ دولت خرچ کریں گے تو ٹیکس بڑھے گا اور بنیادی ضرورتوں کے پیشے ایک تو ویسے ہی کمزور ہوں گے دوسرے ٹیکسوں کے بارے سے اور دب جائیں گے۔[116] یہ زہر معاشرے میں گویا اس طرح پھیل جائے گا جس طرح دیوانے کتے کا کاٹنے کا اثر انسان کے جسم میں پھیلتا جاتا ہے۔[117] اس لئے ضروری یہ ہے کہ بلا ضرورت کے پیشوں کو فوراً روکا جائے تا کہ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو تو وہ خوشحال ہوں۔[118]

دولت کا استعمال

دولت کے استعمال پر معاشرے کے پڑھے لکھے اور سمجھدار طبقے کو نظر رکھنا چاہئے اور اس لئے کہ 'دولت کی پیدائش' کے لئے جب 'محنت' ضروری چیز ہے تو اس محنت کے بعد محنت

Marfat.com

کرنے والے کی زندگی کو 'خوشحال' بنانا بھی ضروری ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خیال ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو معاشرے میں انصاف (عدل عمرانی) باقی نہیں رہے گا۔ آپ کی رائے میں معاشرے کو خوشحال بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوں اور ان کے رہنے سہنے کا ایک معیار ہو۔ انسان کی بنیادی ضرورتیں کیا ہیں؟ اگر یہ بنیادی ضرورتیں انسان کو نہ ملیں تو ان کی عملی زندگی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ اور یہ کہ ان بنیادی ضرورتوں کا کم از کم معیار کیا ہے؟ ان سب باتوں پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو روشنی ڈالی ہے اس کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

بنیادی ضرورتیں
شاہ ولی اللہؒ اور احتیاجات اصلیہ

زندہ رہنے کے لئے یوں تو انسان کو سینکڑوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور جس قدر تمدن اور صنعت کی ترقی ہوتی ہے انسان کی روزمرہ کی ضرورتیں بھی بڑھتی رہتی ہیں۔ لیکن ایسی ضرورتیں بھی ہیں جن کے بغیر زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان ضروریات پر بحث کی ہے اور انہیں حاجاتِ اصلیہ (صحیح معنی میں زندگی کی ضرورت یا بنیادی ضرورتیں) کہا ہے۔ ان ضرورتوں کے پورا کرنے میں انسان اپنے ہم جنسوں میں برابر ہے۔ یہ ضرورتیں چار ہیں۔

(1) خوراک
(2) لباس
(3) مکان
(4) نکاح (جنس مخالف کی ضرورت)[119]

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

''ان ضرورتوں کو جانور بھی پورا کرتے ہیں اور انسان بھی۔ لیکن انسان ان ضرورتوں

Marfat.com

کو صرف اپنی حاجت پوری کرنے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ان میں عمدگی اور لطافت چاہتا ہے تا کہ اسے خوشی اور لذت حاصل ہو۔ وہ لذیذ کھانے کھانا چاہتا ہے، عمدہ لباس پہننا پسند کرتا ہے، اچھے مکان میں رہنے کی خواہش کرتا ہے اور خوبصورت و حسین بیوی کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے کا آرزومند ہوتا ہے"۔ (120)

یہ زندگی کی وہ بنیادی ضرورتیں ہیں جن میں اگر کوئی ایک بھی ختم ہو جائے یا اس میں کمی واقع ہو جائے تو انسان کے معاشرے میں توازن باقی نہیں رہے گا۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک خدا کا حکم یہ ہے کہ:

"انسانوں میں سے کوئی شخص بھی اس چیز سے جس کو تمدن میں دخل ہے بغیر حاجت ضروری کے خالی نہ رہے"۔ (121)

بنیادی ضرورتوں کا اعمال پر اثر

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بنیادی ضرورتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ کیونکہ ان ضرورتوں میں اگر توازن برقرار نہ رہے یا معاشرے میں یہ ضرورتیں آسانی سے پوری نہ ہوں تو انسان کے اعمال اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ان میں پہلی ضرورت 'خوراک' ہی کو لیجئے۔ انسان کو اگر اچھی طرح پیٹ بھر کر روٹی نہ ملے تو اس کا دل اور دماغ الجھن میں مبتلا ہو جائے گا اس کو طرح طرح کے خیال ستائیں گے اس کا دماغ شیطان کی آماجگاہ بن جائے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حیوانیت (حیوانی فطرت) اختیار کرے گا اور جو صورت بھی پیش آئے وہ روٹی حاصل کرے گا۔ اس صورت میں اس کے سامنے نہ قانون ہوگا نہ معاشرتی ترقی (ارتفاق) کا خیال۔ اس کے برعکس اگر کسی شخص کو صرف مرغن غذا کھانے کو ملے تو اس کا ذہن بھی اس سے متاثر ہوگا۔ کیونکہ بعض اوقات انسان ایسی مرغن غذائیں کھاتا ہے جو اس کی جنسی قوت کو تیز کرتی ہیں۔ جس سے اس میں عورتوں کی طرف میلان کے خیالات تیز ہو جاتے ہیں پھر یہی خیالات اس کو بہت سی باتیں کرنے پر آمادہ کر دیتے ہیں (122)۔ بعض

Marfat.com

اوقات وہ ایسی چیزیں کھاتا ہے جن سے اس کا دل سخت ہوجاتا ہے اس سے اس میں غصہ پیدا ہوتا ہے[123] اور اکثر اوقات خوراک اس کو اچھے یا برے کام پر آمادہ کردیتی ہے۔ یہی حال لباس کا ہے اگر لباس بوسیدہ اور پھٹا ہوا ہے تو انسان کے ذہن کی کیفیت کچھ اور ہوگی اور اگر صاف وستھرا اور دھلا ہوا ہے تو اس کی نفسیاتی حالت کا انداز مختلف ہوگا اور اگر اس نے زرق برق اور عمدہ پر تکلف لباس پہن رکھا ہو تو لازمی طور پر اس پر مختلف ذہنی کیفیت طاری ہوگی۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ کے نزدیک لباس کی ضرورت میں مختلف قسم کا فرق انسان کو احساس کمتری میں بھی مبتلا کرسکتا ہے، اس کو نرم مزاج بھی بنا سکتا ہے اور اس میں رعونت اور دبدبہ کی کیفیت بھی پیدا کرسکتا ہے۔ یہی صورت مکان کی بھی ہے مکان اگر صاف وستھرا اور کشادہ، ہوا دار اور اچھے ماحول میں ہے تو اس کا ذہن پر بھی اچھا اثر پڑے گا لیکن اگر وہ بدبودار جگہ پر ہے، تنگ ہے اور برے ماحول میں ہے تو ذہن پر اس کے اثرات لازمی طور پر پڑیں گے۔ یہی حال جنسی ضرورت کا ہے۔ دماغ کی اکثر الجھنیں اس جنس کے مسئلہ سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ درست انداز سے حل ہوں تو پھر اس سے سکون بھی ملتا ہے اور دلی خوشی بھی۔

شاہ صاحبؒ نے مختلف جگہوں پر جہاں بھی ان بنیادی ضرورتوں کا ذکر کیا ہے یا ثابت کرنا چاہا ہے کہ انسان کی خوراک، اس کے لباس مکان اور جنسی جذبات کا اس کے ذہن پر اچھا یا برا اثر پڑتا ہے۔ اس اثر سے اس انسان کی نفسیات وجود میں آتی ہے۔ اس ذہنی نفسیات کی بدولت وہ اچھے یا برے عمل کرتا ہے۔ چنانچہ انسان کے اعمال کا دارومدار اس کی نفسیات پر ہے اور نفسیات کا دارومدار اس کی بنیادی ضرورتوں کے اچھے یا برے طریقے پر پورا ہونے سے ہے۔

اس لئے شاہ ولی اللہؒ اس بات پر بے انتہا زور دیتے ہیں کہ انسان کی بنیادی ضرورتیں بہتر طور پر پوری ہونا لازمی ہیں۔ ان بنیادی ضرورتوں پر انسان کو ہمیشہ نظر رکھنا پڑے گی تاکہ جب بھی رائے کلی (عام فائدے) کے لئے انہیں کمی یا زیادتی کرنا پڑے تو فوراً ان کی طرف توجہ دی جاسکے[124] اس کمی یا زیادتی کا اندازہ انسان کے معیار زندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

معیار زندگی

زندگی کے معیار کے اصول

انسان فطری طور پر لالچی ہے زندگی کی ضرروتیں اسے کتنے ہی اچھے طریقے سے مہیا ہورہی ہوں پھر بھی وہ ھل من مزید (کیا کچھ اور بھی ہے؟) کی خواہش کرتا ہے۔ اس لالچ کی وجہ سے وہ دوسروں کے حقوق چھینتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو زندگی کی ضرورتیں فراوانی سے حاصل کرلیتے ہیں اور کچھ ان سے محروم رہ جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے خیال میں اس طرح قیصر وکسریٰ کے (سرمایہ دارانہ) نظام کو پھلنے پھولنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے زندگی کا ایک معیار مقرر ہونا ضروری ہے تاکہ معاشرے میں رہن سہن کا توازن نہ بگڑ جائے۔ آپ کی رائے میں معیار زندگی کے لئے یہ باتیں بہت بنیادی ہیں:

(1) معاشرے میں خوشحالی لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بنیادی ضرروتوں میں توازن ہو، نہ افراط ہو نہ تفریط۔ اس کو شاہ صاحبؒ "اعتدال" کا نام دیتے ہیں[125]۔

(2) یہ اعتدال تب برقرار رہ سکتا ہے جب معاشرہ میں ہر شخص کو زندگی کی بنیادی ضرورتیں پوری پوری ملیں اور بغیر کسی دقت کے مہیا ہوں یعنی ہر انسان ضرورت کے مطابق پوری اور اچھی خوراک حاصل کرے۔ پہننے کے لئے بہتر طور پر اسے ہر موسم کے لحاظ

Marfat.com

سے کپڑا میسر ہو، آرام دہ مکان میں رہے اور اپنی پسند کی عورت سے آسانی سے نکاح کرسکے۔ معیار زندگی کی ان آسانیوں کے لئے شاہ صاحبؒ رفاہیت کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔[126]

(3) بنیادی ضرورتوں میں اعتدال (میانہ روی) اور رفاہیت (بہتر اور آسانی سے حصول) معیار زندگی کے پہلے دو بنیادی اصول ہیں۔ یہ دونوں اصول ایک تیسرے اصول کے محتاج ہیں۔ وہ یہ ہے کہ لوگوں میں معیار زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے یا تو خود شعور ہو یا پھر ایسا نظام ہو جس کے ذریعے خود بخود لوگوں کی ضرورتوں کا معیار برقرار رہے تاکہ ''اعتدال'' کا انتظام اور ''رفاہیت'' کا اہتمام ہوسکے۔ اس کے لئے شاہ صاحبؒ نے ''سنت عادلہ'' کی اصطلاح استعمال کی ہے[127] یعنی انسانی ضرورتیں مہیا کرنے کی لوگوں کو ضمانت دی جائے اور ایسے اصول وضع کئے جائیں جن کی رو سے ہر شخص کی بنیادی ضرورت پوری ہوتی رہے اور عدل عمرانی (معاشرتی انصاف) قائم ہوسکے۔

چنانچہ اعتدال، رفاہیت اور سنت عادلہ معیار زندگی کی بنیاد ہیں۔ ان اصولوں کے مطابق جس شخص کو زندگی کی ضرورتیں مل گئیں گویا زندگی کا لطف اس نے اٹھالیا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اے انسانو!

جسے خدا نے ایک مکان دے رکھا ہو جس میں وہ آرام سے رہے، اتنا ہی پانی جس سے سیراب ہو، اتنا کھانا جو اس کے لئے کافی ہو، اتنا کپڑا جس سے وہ تن ڈھانپ سکے، ایسی بیوی جو اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو تو یاد رکھو دنیا کا لطف اس نے اچھی طرح اٹھالیا۔''[128]

Marfat.com

خوراک

خوراک انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس کے جسم میں جونہی زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اسے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پہلی طلب ''خوراک'' (یعنی دودھ) ہوتی ہے۔ اس میں ذرا سی تاخیر سے وہ ایڑیاں رگڑنا اور رونا چلانا شروع کر دیتا ہے۔ جوں جوں اس کی عمر بڑھتی ہے اور وہ خود خوراک ''حاصل'' کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے وہ جدوجہد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ مجبور ہو جائے تو حرام ذرائع کی طرف اس کا میلان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ معاشرے میں سب سے پہلی بات کا خیال یہ رکھا جانا چاہئے کہ لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں ان کی ضرورتوں کے مطابق ملیں اور آسانی سے مہیا ہوں۔ شاہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کا انسان کے جسم، اس کے دماغ اور پھر اعمال پر گہرا اثر پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ خوراک مہیا کرنے میں خیال رکھا جائے۔ لوگوں کو کھانے کے لئے نہ تو اتنا کم ملے جس سے ان کی صحت متاثر ہو اور ضرورت پوری نہ ہو۔ اور نہ اتنا زیادہ ملے اور اس قدر مرغن کہ اس کے معدے پر بھی خراب اثر ہو۔ کیونکہ جب اعصاب پر اس قسم کے کھانے کا اثر ہوگا تو اعمال پر بھی اثر ضرور ہوگا[129]۔

Marfat.com

چنانچہ ضرورت سے کم خوراک ملنے پر انسان ندیدہ (چندرا) اور لالچی ہوجاتا ہے۔ اس ندیدگی کے کئی واقعات نقل کئے ہیں اور اس قسم کی ندیدگی کو شیطانی عمل کہا ہے۔[130] دوسری طرف مرغن غذاؤں اور کھانوں میں طرح طرح کے تکلفات کو آپ نے قیصر و کسریٰ کے نظام میں، امراء کی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔[131] آپ آنحضرت ﷺ ہی کے عمل کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے۔ یہاں کے لوگوں کی (کھانے پینے کے معاملے میں) عادتیں درمیانی (اعتدال پر) تھیں۔ یہ لوگ عجمیوں کی طرح تکلفات نہیں کرتے تھے[132]۔ چنانچہ خوراک کے معاملے میں شاہ صاحبؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق خوراک مہیا کی جائے جو مرغوب اور اچھی ہو اور تکلفات سے بالا ہو۔

Marfat.com

لباس اور دوسری استعمال کی چیزیں

لباس انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کے ساتھ وہ چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو وہ عام استعمال میں لاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ اس بنیادی ضرورت کی اہمیت کو مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ نہ تو معاشرہ بدوؤں اور جنگلی لوگوں کا سا نظر آئے اور نہ اس میں اتنی تفریط ہو کہ لوگ لباسوں اور زیبائش میں گم ہو جائیں۔ آپ کے نزدیک لباس کا کم از کم معیار یہ ہے کہ ہر شخص کو ایسا لباس میسر ہو جو گرمی اور سردی سے اسے بچائے[133] (اتنے ہوں) جن کو اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکے۔ آپ ایسی صورت حال کے سخت خلاف ہیں کہ معاشرے میں چند لوگوں کے تو چیتھڑے لگے ہوں اور چند لوگ ریشم کے لمبے لمبے اور خوشنما لباس پہنتے ہوں۔ جب آپ لباس، زینت اور دوسری استعمال کی چیزوں پر بحث کا آغاز فرماتے ہیں تو پہلا جملہ ہی یہ تحریر کرتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم (قیصر و کسریٰ کے علاقے کے لوگوں کی عادتوں لباس وغیرہ میں ان کے تکلفات اور لذتوں پر نظر ڈالی تو جو چیز (اس عدم توازن کی) جڑ نظر آئی آپ نے اسے حرام کر دیا اور جس میں نسبتاً کم تکلف تھا اس کو مکروہ قرار دے دیا[134]۔ چنانچہ بہت شان و شوکت دکھانے والا لباس اس زمرے میں آجاتا ہے[135]۔ آپ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ:

''اگر معاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہوں جو بہترین لباس نہ پہن سکیں تو دوسروں کو محض اس وجہ سے اچھا لباس (استطاعت کے باوجود) نہیں پہننا چاہئے کہ محروموں کی اس سے دل شکنی ہوگی۔ (136) رہی لباس کے حصول کی بات تو ایسا لباس جو انسان کے لئے ضروری ہو (جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے) ہر شخص کو مہیا کیا جانا چاہئے۔''

عورتوں کے زیورات لباس ہی کا حصہ ہیں۔ عورتوں کو ضروری زیبائش کی حد تک تو اس کی اجازت دی گئی ہے لیکن نمائش کے لئے زیور پہننے کی شاہ ولی اللہؒ سخت مخالفت کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

''خبردار رہو! تم میں سے جو عورت نمائش کے لئے زیور پہنے گی اس کو اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا''۔ (137)

لباس کے علاوہ گھر میں سامان اور فرنیچر شاہ صاحبؒ کے نزدیک صرف ضرورت کے مطابق ہونا چاہئے۔ اگر ضرورت سے زیادہ سامان گھر میں رکھا گیا تو وہ محض دکھانے اور فخر کرنے کے لئے ہوگا۔ گھر میں بستروں کی مثال دیتے ہوئے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

''ایک بستر مرد کے لئے، دوسرا اس کی بیوی کے لئے اور تیسرا مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کے لئے''۔ (138)

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ گھر میں صرف تین ہی بستر ہوں مقصد یہ ہے جس قدر سامان کی (واقعی) ضرورت ہو وہ رکھا جائے۔ فاضل سامان رکھنے سے دوسروں کے حقوق متاثر ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

مکان

مکان انسان کی نہایت اہم بنیادی ضرورت ہے۔ رہنے کو تو حیوان بھی غاروں میں مزے سے زندگی گزارتے ہیں اور چرند بھی بڑے اچھے گھر بنا لیتے ہیں اور انسان بھی موسم سے بچنے کے لئے گھاس پھونس کے مکان بنا لیتا ہے اور جس میں زندگی گذار لیتا ہے[139]۔ لیکن شاہ صاحبؒ کے نزدیک رفاہیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے مکان کا کم از کم معیار یہ ہے کہ وہ کشادہ (کھلا) ہو، گرمی کی تپش سے پوری طرح محفوظ ہو، بارش اور طوفان کے اثرات کا اس میں خیال رکھا گیا ہو، سردی سے حفاظت کا سامان اس میں موجود ہو[140]۔ یہ انسان کے مکان کی کم سے کم ضرورت ہے جو ہر انسان کو مہیا ہونی چاہئے۔ اب مکان کی تعمیر کا انداز کیا ہو اس میں شاہ ولی اللہؒ اعتدال کے قائل ہیں۔ مکان نہ تو لوگوں کے پاس ایسے ہوں کہ وہ اس معیار سے گر جائیں اور نہ اتنے بلند و بالا ہوں کہ حویلیاں اور محلات معلوم ہوں۔ اس لئے کہ بلند و بالا مکانات کی بلاضرورت تعمیر شاہ صاحبؒ کے نزدیک قیصر و کسریٰ کے نظام کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو عوام کو اس نظام میں جانوروں کی طرح رکھا جاتا ہے اور ان کے آرام کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا دوسری طرف امراء بڑے بڑے محلات بنانے میں مصروف رہتے ہیں[141]۔ مکان کی تعمیر میں شان وشوکت دکھانا، بے ضرورت اس میں نمائشی چیزیں بنانا، قومی دولت کو بے مصرف کام میں خرچ کرنا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کے دور میں (قیصر و کسریٰ کے سرمایہ دارانہ نظام میں) لوگ بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے، ان کی بے ضرورت نمائش کرتے تھے اور اس میں کافی پیسہ برباد کرتے تھے اور پھر اس پر فخر بھی کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بلاضرورت قومی دولت ضائع کرنے کی سخت ممانعت فرمائی اور اس بیماری کا علاج یہ فرماتے ہوئے کیا کہ:

> ''مومن اس دنیا میں ایسا کوئی خرچ نہیں کرتا جس کا اسے فائدہ نہ ہو اور اسے اس کا بدلہ نہ ملے۔ (چنانچہ جب وہ مکان بناتا ہے تو وہ) ضروری تعمیر کے علاوہ بے

Marfat.com

فائدہ خرچ نہیں کرتا"۔

پھر آپ آنحضرت ﷺ کا یہ قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ:

"ایسی عمارت جس کی ضرورت ہو (بناؤ) اس کے علاوہ (عالی شان اور بلا ضرورت) تعمیرات اپنے بنانے والے پر وبال بن جاتی ہیں"۔ (142)

شاہ ولی اللہؒ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اقوال بھی نقل فرماتے ہیں اور اپنی گفتگو سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے، رفاہیت کے اصولوں پر معاشرے کے ہر شخص کو آرام دہ مکان مہیا کیا جانا چاہئے اور اعتدال کے اصول پر افراط وتفریط سے پرہیز کرنا ضروری ہوگا ورنہ قیصر وکسریٰ کے نظام کی باتیں معاشرے میں پھیلیں پھولیں گی۔

جنس

شاہ صاحبؒ کی رائے میں جنسی خواہش تمام خواہشات سے بڑی ہوتی ہے۔ انسان کے دل پر اس کا غلبہ جلدی اور زیادہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسانوں میں ہر قسم کی برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں (143)۔ اس خواہش کی تسکین مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کی تسکین کا اگر صحیح انتظام نہ ہو تو فرد (مرد وعورت) کے لئے نفسیاتی اور جنسی مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں جس کا پہلا اثر خاندان پر پڑتا ہے اور پھر اس کے اثرات پورے معاشرے میں پھیل جاتے ہیں۔ اس لئے انسانی معاشرے میں "صحیح طور پر جنسی تسکین فراہم کرنے کا انتظام کرنا" ضروری ہے۔ شاہ صاحبؒ نے مختلف ابواب میں اس مسئلے پر کافی بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (جنس کے) اس فطری تقاضے کا پورا ہونا ضروری ہے لیکن حیوانی ماحول میں اس کے لئے کوئی ضابطہ نہیں ہوتا جبکہ انسانی معاشرے میں جنسی تسکین کے ساتھ اس کو بامقصد زندگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اخلاق و مذہب ہمیشہ اس معاملہ میں سامنے آتے ہیں اور وہی مذہب کامیاب رہا ہے جس نے اس بنیادی ضرورت کی تسکین کا

Marfat.com

بہتر اور اچھا حل پیش کیا۔ اس سلسلے میں آپ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو فطری تقاضوں کے عین مطابق ثابت کرتے ہیں۔ عورت اور مرد کا ایک دوسرے سے معاہدہ (نکاح) اس ضرورت کی تسکین کے لئے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس میں ایک دوسرے کی پسند بھی شامل ہے ایک دوسرے سے (بگاڑ کی صورت میں) الگ ہوجانے کے اختیارات بھی۔ ایک دوسرے پر خصوصی ذمہ داریاں بھی۔ اس معاشرتی معاہدے یعنی نکاح کی ایک وجہ مرد اور عورت کے الگ الگ مزاج (نفسیات) اور اس کی خصوصیات بھی ہیں۔ مزاج کی دو مختلف خصوصیتیں جب ایک جگہ (شادی کے معاہدے سے) جمع ہوجاتی ہیں تو بامقصد لوگوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ چنانچہ عورت مرد کے بغیر نامکمل ہے اور مرد عورت کی ضرورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے یہ جنسی تسکین اس طرح پوری ہو کہ جو عورت جس مرد کو (بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کے لئے حرام نہ ہوں) پسند کرے یا جو مرد جس عورت کو پسند کرے دونوں ایک دوسرے کی عادتوں اور خیالات سے بھی واقف ہوں تو انہیں نکاح (کے معاشرتی معاہدے) میں منسلک کردیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو ملک اور معاشرہ میں فتنہ اور فساد پیدا ہونا شروع ہوجائیں گے۔ (144)

Marfat.com

شاہ ولی اللہ کے افکار کے خاص نکات

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں میں معاشرتی علوم پر جگہ جگہ بحث کی ہے اور معاشی پہلو کو خاص اہمیت دیتے ہوئے مختلف مقامات پر معاشیات پر بھی بحث کی ہے۔ یہ کتاب آپ کے معاشی افکار کا خلاصہ ہے۔ اس خلاصے کے چند نکات پیش کئے جارہے ہیں تا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاشی افکار کا حاصل کلام پیش کیا جاسکے۔

انسان

(1) انسان دوسرے حیوانوں سے تین باتوں میں ممتاز ہے۔

(1) اس میں ذاتی غرض (الرائی الجزئی) کی بجائے مفاد عامہ (الرائی الکلی) کو اپنانے کی خصوصیت موجود ہے۔

(2) وہ ہر قسم کی پاکیزگی اور صفائی اور ذوق جمال کی خصوصیت (ظرافۃ) کا حامل ہے۔

(3) وہ اپنے علم کو بڑھاتا ہے اور اپنے ارادوں اور مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش

Marfat.com

میں لگا رہتا ہے۔ اگر انسان میں یہ تینوں خصوصیتیں موجود نہ ہوں تو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں کوئی فرق نہیں۔ (145)

(2) فرد (انسان) اور معاشرہ دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ دونوں ایک جسم کی مانند ہیں۔ انسان جسم صغیر (چھوٹا جسم) ہے اور انسانیت (معاشرہ) جسم کبیر ہے۔ اس بڑے جسم (یعنی انسانیت) کے کسی بھی حصے (یعنی انسان) کو اگر تکلیف ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جسم بیمار ہے اس طرح ایک انسان کی تکلیف پوری انسانیت کی تکلیف ہے۔ (146)

مادیت وروحانیت

(1) انسان کو خدا نے ترقی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ ترقی مادیت اور روحانیت دونوں حالتوں میں کرنا ہوگی چنانچہ۔

(2) تمدن اور معاشرت کی ترقی ضروری ہے جس کو ارتقا قات کہا جاتا ہے ذہنی اور روحانی ترقی بھی لازمی ہے جس کو اقترابات کہا جاتا ہے۔ (147)

معاش اور معاشرہ

(1) معاشرے کی ترقی کے لئے انسانوں کو معاشی طور پر خوشحال (ترفہ) ہونا ضروری ہے۔

(2) اگر لوگ خوش حال نہیں ہوں گے تو وہ مذہب اور اخلاق کے ضابطوں کی پابندی نہیں کرسکیں گے اور معاشرہ تباہ ہوجائے گا۔ اس لئے لوگوں کی خوشحالی کا مطلب ہے ایک صالح اور نظریاتی معاشرے کا قیام۔ (148)

(3) خوشحال معاشرے کی پہلی بات یہ ہے کہ لوگوں کی بنیادی ضرورتیں (حاجات اصلیہ) آسانی سے اور صحیح طور پر پوری ہوں۔ (149)

Marfat.com

اسلام اور قیصر و کسریٰ کے معاشی نظام

(1) فطری طور پر انسان لالچی ہے تھوڑی سہولت کے بعد زیادہ عیش کا خواہش مند ہے، اس کو جب کوئی چیز ملتی ہے اس میں وہ اور اضافے کا خواہاں ہوتا ہے[150]۔

(2) زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کی خواہش سے ایک خاص نظام پیدا ہوجاتا ہے۔ اس میں ایک طبقہ بے انتہا دولت کا مالک ہوتا ہے۔ عیش و عشرت کا ہر سامان اس کو میسر ہوتا ہے۔ اس نظام میں غریبوں اور مزدوروں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ وہ دولتمندوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں ضروریات زندگی بھی صحیح طریقے سے پوری نہیں کرسکتے۔ انہیں صرف اتنا کھانے اور پینے کے لئے ملتا ہے کہ وہ دولتمندوں کے لئے دولت پیدا کرنے کو زندہ رہ سکیں۔ یہ نظام قیصر و کسریٰ کا نظام ہے[151]۔

(3) اسلام اس قیصر و کسریٰ کے نظام کو توڑنے آیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام دولت و نظام حکومت نے یہ نظام ختم کردیا[152]۔

پیداوار کے ذرائع اور ملکیت

(1) ''دولت'' کا حقیقی مالک صرف خدا ہے۔ بنیادی طور پر کوئی چیز کسی کی ملکیت نہیں[153]۔

(2) خدا کی ساری زمین درحقیقت ایک مسجد اور سرائے کی طرح ہے۔ جو اس نے سب مسافروں (انسانوں) کے لئے وقف کردی۔ اس سے فائدہ اٹھانے میں سب انسان برابر کے شریک ہیں[154]۔

(3) چنانچہ معدنیات کی کانیں کسی ایک فرد کی ملکیت نہیں ہوسکتیں[155]۔

(4) چشمے اور دوسرے پانی کے قدرتی ذرائع کسی کی ملکیت نہیں ہوسکتے[156]۔

(5) جنگلات اور چراگاہوں پر کسی ایک فرد کا قبضہ نہیں ہوسکتا[157]۔

(6) غیر آباد زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ جو خود کاشت کریگا وہی اس سے فائدہ بھی

Marfat.com

حاصل کرے گا[158]۔

(7) ایک خاص حد تک اپنی کمائی سے کوئی شخص زمین خرید سکتا ہے، یا اسے زمین وراثت میں مل سکتی ہے اور کسی دوسرے قانونی ذریعے سے اس کو کچھ زمین مل سکتی ہے۔ اس محدود ملکیت کی خواہ کوئی بھی صورت ہو اس کا مقصد اور مفہوم یہ ہے کہ یہ ''مالک'' دوسرے لوگوں کی نسبت خدا کی اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کا حقدار زیادہ ہے[159]۔

خوشحال معاشرے کے بنیادی معاشی اصول

(1) دولت کی پیداوار کے لئے جب افراد مختلف معاشی اداروں (زراعت، تجارت، صنعت) سے وابستہ ہوتے ہیں تو ان میں نہ کوئی ''مالک'' ہوگا نہ ''مزدور'' اور نہ ''کسان''۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ''معاہدہ معاشی'' میں بندھے ہوتے ہیں۔ ایک فریق اگر دوسرے کے حقوق کا خیال نہ کرے یا کسی بھی ذریعے سے ظلم کرے تو دوسرے کو حق ہوگا کہ وہ اس معاہدے سے الگ ہو جائیں اور ایسا نظام بنائیں یا معاشی اداروں کو اس طرح ترتیب دیں جس سے آئندہ ظلم نہ ہو سکے[160]۔

(2) اس معاشی معاہدے کے نظام کی بنیاد ''اصول معاونت ہے''۔ امداد باہمی کے اس اصول کے مطابق معاشی اداروں میں کام کرنے والے اور کرانے والے ایک دوسرے کے معاون ہیں[161]۔ زراعت میں مزارعت، مخابرت اور مساقات وغیرہ اس معاونت کی مختلف شکلیں ہیں۔ تجارت میں اس معاونت کے لئے مخابرت، مفاوضت اور شرکت الوجوہ وغیرہ بہترین صورتیں ہیں۔ صنعت میں ان صورتوں میں سے کسی کو اپنایا جا سکتا ہے لیکن شرکت الصنائع کا طریقہ معاونت کے اصول کی ایک اچھی شکل ہے[162]۔

(3) معاشرے میں معاونت (امداد باہمی) کے اس اصول کو اس طرح رائج کیا جائے کہ

Marfat.com

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لئے معاشی تنگی کا باعث نہ بننے پائے اور ہر شخص خوش حال زندگی بسر کر سکے[163]۔

(4) ایسے معاشی اداروں کو جڑ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے جن میں ''دولت کی پیدائش'' بغیر محنت کے ہو یا جس کے ذریعے دولت کو چند ہاتھوں میں جانے کا موقع ملے یا جن کے ذریعے دولت کو ذخیرہ کیا جا سکے[164]۔

(5) معاشی استحکام اور صحیح معاشی نظام کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے لئے خود کمائے اور کوئی نہ کوئی کام کرے۔ دوسروں پر بوجھ نہ بنے[165]۔

معاشی امراض

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل قیصر و کسریٰ کے (سرمایہ دارانہ) نظام میں انسانوں میں بڑے پیمانے پر معاشی تفریق پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی بدولت امیر، امیر تر ہوگیا اور غریب اور عام آدمی معاشی طور پر بدحال ہوگیا تھا۔[166]

(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کو توڑ دیا اور معاشرے میں سے پہلے معاشی برائیوں کو ختم کیا۔[167]

(3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور کے بعد مسلمانوں کی وہی حالت ہوگئی اور انہوں نے معاشی نظام میں قیصر و کسریٰ کے رسم و رواج کو اپنانا شروع کر دیا[168]۔

(4) اور اب اس برصغیر کی معاشی حالت یعنی شاہ ولی اللہ کے دور اور اس کے بعد، قیصر و کسریٰ کے نظام سے بھی بدتر ہے[169]۔

(5) اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی بجائے شہنشاہیت قائم ہے[170]۔

(6) ہر طرف جاگیرداریاں اور زمینداریاں قائم ہیں، افسر شاہی کا دور ہے۔ دولت ان دونوں قسم کے طبقوں کی تجوریوں میں جمع ہو رہی ہے۔ یہ لوگ عوام کے مسائل سے

Marfat.com

بے خبر اپنی عیش و عشرت میں غرق ہیں اور اپنی سیاسی دھڑے بندیوں میں مصروف ہیں۔[171]

(7) عوام دولت مندوں اور زمینداروں کے رحم و کرم پر ہیں۔ مہنگائی عام ہے اور عوام بدحال۔ بے روزگاری الگ بڑھ رہی ہے۔[172]

(8) حکومت نے کئی قسم کے ٹیکس عائد کر رکھے ہیں جن کا براہ راست عوام پر اثر پڑ رہا ہے۔[173]

(9) راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے ایسے کاروبار پیدا کر دیئے ہیں جن کی بدولت لوگ محنت سے کتراتے ہیں اور تھوڑی دولت والے اس قسم کے کاروبار کے ذریعے سے بے انتہا دولت کے مالک بننا چاہتے ہیں۔[174]

(10) چیزیں بنانے والوں اور استعمال کرنے والوں یا بیچنے والوں اور خریداروں کے درمیان ''انصاف'' ختم ہو چکا ہے اور زیادہ نفع حاصل کرنے اور ایک دوسرے کو مالی نقصان پہنچانے کا رجحان بڑھ گیا ہے۔[175]

(11) معاشی استحکام کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنے لئے خود کمائے اور کچھ نہ کچھ کام کرے لیکن قیصر و کسریٰ کے نظام کی بدولت کچھ پیشے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نہ تو براہ راست دولت کی پیدائش میں مدد دیتے ہیں اور نہ ''دولت'' سے متعلق دوسرے اداروں کی فہرست میں آتے ہیں۔ ان کا کام عوام کو بہکانے اور بڑے لوگوں کی خوشامد کے سوا کچھ نہیں ہوتا یا پھر وہ دولتمندوں کی عیش و عشرت میں مددگار کا کام کرتے ہیں۔ ایسے پیشوں سے معاشرہ اخلاقی اور معاشی دونوں طرح سے زوال پذیر ہو جاتا ہے۔[176]

معاشرتی امراض کا علاج

معاشرے کے ان امراض کو شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تحریروں میں مختلف انداز میں بیان کیا

Marfat.com

ہے اور بتایا ہے کہ:

(1) معاشرے کے ان امراض کو اگر یونہی رہنے دیا گیا تو یہ پھر (کتے کے کاٹنے کے مرض) کی طرح پورے انسانوں میں پھیل جائے گا اور ناسور بن جائے گا۔

(2) یہی حالت اگر باقی رہی تو مسلمان اسلام کو بھول جائیں گے اور پھر اسلام اور غیر اسلام (یعنی قیصر و کسریٰ کے نظام) میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔[177]

(3) اس لئے اس وقت خدائی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پورے نظام کو ختم کر دیا جائے۔[178]

(4) اس نظام کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ختم کیا جائے۔[179]

Marfat.com

حواشی

(1) شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات۔ضمیمہ جات (خلاصہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی سوانح اور تصانیف) ص ۱۷۹

(2) ماخوذ از تاریخ اقوام عالم، ص ۵۵۰ تا ۵۸۵ لاہور سنہ ۱۹۵۸

(3) ان کی تفصیل یہ ہے (ا) اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸ تا ۱۷۰۷ء) (ب) بہادر شاہ اول (۱۷۰۷ تا ۱۷۱۲ء) (پ) معز الدین جہاندار شاہ (۱۷۱۲ تا ۱۷۱۳ء) (ت) فرخ سیر (۱۷۱۳ تا ۱۷۱۹ء) (ٹ) نیکوسیر (۱۷۱۹ء) (ث) رفیع الدرجات (۱۷۱۹ء) (ج) رفیع الدولہ (۱۷۱۹ء) (چ) محمد شاہ (۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ء) ومحمد ابراہیم (۱۷۲۰ء) (ح) احمد شاہ (۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء) (خ) عالمگیر ثانی (۱۷۵۴ تا ۱۷۵۹ء) (د) شاہ عالم (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶ء)۔

(4) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات حواشی ص ۹۔۱۵۸، ص ۲ تاریخ عالمگیر ثانی قلمی نسخہ ص ۲۲۔۲۸۔۲۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات ص ۱۵۹۔

(5) تاریخ عالمگیر ثانی قلمی نسخہ ص ۲۲۔۲۸۔۲۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات ص ۱۵۹۔

(6) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۴۲: خالصہ را کشادہ تر باید ساخت۔ خصوصاً آنچہ گرد اگرد شاہ جہان آباد است تا اکبر آباد تا حصار تا دریائے گنگ تا حدود سرہند ہمہ اش یا اکثرش خالصہ شریفہ باشد کہ موجب ضعف امور سلطنت، کمیٔ خالصہ وقلت خزانہ است۔

Marfat.com

(7) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۴۳: آنکہ رسم اجارہ از خالصہ باید برانداخت۔ امین متدین کارشناس را در ہر محلے نصب می باید نمود۔ در اجارہ دادن ملک خراب شود و رعیت پائمال و بدحال۔

(8) ایضاً ص ۴۹۔۵۰ خط بنام احمد شاہ ابدالی (ہندوستان کے حالات کا ذکر)۔

(9) ایضاً ص ۵۰۔

(10) ایضاً ص ۴۳۔ خط بنام بادشاہ وقت: آنکہ بادشاہ اسلام و امراء کبار بہ عیش حرام مشغول نشوند از گزشتہ توبہ نصوح بجارا آرند و آئندہ اجتناب نمائند۔

(11) تفہیمات جلد اول ص ۲۱۹: **واقول للامراء یا ایها الامراء اما تخافون الله اشتغلتم باللذات الفانیة داثرة ترکتم الرعیة تاکل بعضها بعضا. اما شربتم الخمور من وجدتموه ضعیفا اکلتموه و من وجدتموه قویا ترکتموه و عنواه خاصت افکارکم فی لذائذ الطعام و نواعم النساء و محاسن الثیاب و الدور الخ.**

(12) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۵۱ (خط بنام احمد شاہ ابدالی) ہر دولت و ثروتے کہ ہست در خانہائے اینہا (در متصدیان و کارکنان بادشاہی) جمع شدہ۔

(13) ایضاً ص ۵۰۔

(14) ایضاً ص ۴۲۔

(15) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۲۲۵۔

(16) ایضاً ص ۳۲۶ تاثر سر ولزلے ہیگ منقول ہسٹری آف انڈیا جلد ۴ ص ۳۷۴ تا ۳۷۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات حواشی ص ۱۶۲۔

(17) ارون ''مغلوں کی فوج'' تاثر سر ولزلے ہیگ منقول کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد ۴ ص ۲۹۴ تا ۲۹۹۔

(18) تذکرہ شاکر خان (قلمی نسخہ) ص ۳۴ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات حواشی ص ۱۶۲۔

(19) (ا) تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی نسخہ) ص ۱۵ تا ۲۳ (ب) مغلیہ سلطنت کا زوال (انگریزی) جلد دوئم ص ۳۷ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات حواشی ص ۱۶۳۔

(20) شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات ص ۵۱: نوکران پادشاہ کہ زیادہ از لکھ آدم بودند کسے غور نمی فرماید کہ

Marfat.com

باعث بے عملی است و چون خزانہ نماند، نقدی ہم موقوف شد۔ آخر حال از ہمہ ہم پاشیدند و کاسۂ گدائی گرفتہ اند و از سلطنت بجز نامی باقی نماند چون حال نوکران پادشاہ بایں حد کشید تباہی حال سائران اہل بلدان۔

(21) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۳۴: آنکہ مواجب ایشان بغیر تعویق بہ ایشان رسیدہ زیرا کہ در صورت تعویق محتاج بہ قرض سودی می شوند۔

(22) ایضاً ص۴۳: آنکہ بائمہ مساجد روزمرہ معبود بروجہ نیک می دادہ باشند۔

(23) ایضاً ص۴۱۔

(24) ایضاً ص۸۹۔

(25) ایضاً ص۷۰: آل تمغہائے اکثرے ضبط شد۔

(26) ایضاً ص۲۱: مقدمہ مہم تر آن است کہ مسلمانان ہندوستان چہ دہلی و چہ غیر آن چندیں صدمات دیدہ اند بارنہب و غارت آزمودہ کار و بہ استخوان رسیدہ است۔ جائے ترحم است برائے خدا و برائے رسول تاکید بلیغ باید کرد کہ معترض مال مسلمانے نشود۔ در ایں صورت امید آنست کہ ابواب فتوح پے در پے کشادہ گردد اگر درین امر تغافل شود بترسم کہ آہ مظلومان سد راہ مقصود گردد۔

(27) ایضاً ص۴۰: باقی مانند مطلبے دیگر چون عبور افواج شاہیہ بہ دہلی واقع شود اہتمام کلی باید کرد کہ مثل سابق پامال ظلم نگردد۔ اہل دہلی چندیں دفعہ نہب اموال و ہتک ناموس دیدہ اند۔

(28) ایضاً ص۵۱: این جماعۃ المسلمین قابل ترحم اند۔ درین ہر وقت عملے کہ در سرکار پادشاہی جاری است بدست ہنود است ہر دولت و ثروتے کہ ہست در خانہائے اینہا جمع شدہ و ہر افلاسے و مخمصہ کہ ست ہر مسلمان۔

(29) ایضاً: تباہی حال سائر اہل بلدان کہ وظیفہ خواران بودند یا سوداگران با محترفہ۔ قیاس باید کرد کہ بچہ حد رسیدہ باشد بانواع ظلم و ضیق معیشت گرفتار شدہ اند۔

(30) ایضاً: باز قحط متواتر از آسمان نازل شد۔

(31) مغلیہ سلطنت کا زوال (انگریزی) جلد دوئم ص۱۵۴ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات حواشی ص ۱۷۸۔

Marfat.com

(32) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۸۴، ایں قدر البتہ گزارش می شود کہ ہر چند مقدور باشد در برانداختن گرانی غلہ سعی می فرمایند۔

(33) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۹۲: الثانی ضرب ضرائب الثقیلة علی الزراع و التجار والمتحرفة و التشدید علیهم حتی یفضی الی احجاف المطاوعین .... الخ

(34) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۴۲: ازاں حملہ سرزنش ملاعین تا بعدازیں زمیندارے ایں قسم شوخی وبیباکی نہ اندیشد۔

(35) ایضاً ص ۴۵ تا ۵۱۔

(36) ایضاً مقدمہ ص ۴۔

(37) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۲۲۵: و ما تراه من ملوک بلادک یغنیک عن حکایاتهم.

(38) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۵۲: اگر غلبہ کفر معاذ اللہ برہمین مرتبہ ماند مسلمانان اسلام فراموش کنند واند کہ از زمان نگزرد کہ قولے شوند کے نہ اسلام راداند نہ کفر را۔

(39) عسی ان ینزل علیک الحق فاما لنظام العالم و یسألون ماذا حکم الله فی هذه الساعة. قلت فک کل نظام.

(40) فیوض الحرمین ص ۸۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۴ تا ۵۔

(41) تفہیمات جلد اول ص ۱۰۱: فلو فرض ان یکون هذا الرجل فی زمان واقتضت الاسباب ان یکون اصلاح الناس باقامة الحروب و نفث فی قلبه اصلاحهم لقام هذا الرجل بامر الحرب اتم قیام و کان اماما فی الحرب لایقاس بالرستم والاسفندیار بل الرستم و الاسفندیار و غیرهما طفیلیون علیه مستمرون منه مقتدون به.

(42) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۷۹ تا ۸۱۔

(43) ایضاً ص ۲۱۹۔

(44) ایضاً ص ۷۹ تا ۸۲۔

(45) ایضاً ص ۷۹: اعلم ان الانسان یوافق ابناء جنسه فی الحاجة الی الاکل و الشرب و الجماع و الاستظلال من الشمس والمطر و الاستدفاء فی الشتاء وغیرها.

Marfat.com

(46) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۲۲۲: ان الترفه حسن يصح به المزاج و يستقيم به الاخلاق و يظهر به المعانی. لايخلو احد منهم مماله دخل فی التمدن.

(47) ایضاً جلد دوم ص ۳۱۰۔

(48) ایضاً جلد اول ص ۸۸: وهو الحكمة الباحثة عن كيفية اقامة المعادلات و المعاونات و الاكساب على الارتفاق الثانی.

(49) ایضاً ص ۳۲۰: انزل القضاء بايجاب التعاون.

(50) ایضاً ص ۸۸: فلم يجدوا سبيلا الا المبادلة.

(51) ایضاً ص ۸۸: و كلما دقت النفوس و امعنت فی جو اللذة والرفاهية... الخ

(52) ایضاً ص ۲۲۴-۲۲۶ (الف) و نسوا الدار الاخرة واستحوذ عليهم الشيطان (ب) تعمقوا فی مرافق المعيشة و تباهوا بها (ت) إنهم كانوا يعيرون من كان يلبس من صناديدهم منطقة او تاجاً... الخ (ث) فدخل كل ذلک فی اصول معاشهم... الخ (ج) ولا تحصل تلک الاموال الا بتضعيف الضرائب على الفلاحين و التجار... الخ (چ) جعلوهم (الفلاحين وغيرها) بمنزلة الحمير و البقر يستعمل فی النضح و الدياس و الحصاد ولا تقتنی الا ليستعان بها فی الحاجات ثم لا تترک ساعة من العناء (ح) حتى صاروا لايرفعون رؤوسهم... الخ (خ) وتتوقف مكاسبهم على صحبة الملوک والرفق بهم و حسن المحاورة معهم و التملق منهم و كان ذلک هو الفن الذی تتعمق افكارهم فيه و تضيع اوقاتهم معه... الخ.

(53) ایضاً ص ۳۱۷: وكان هذا المرض قد استولى على مدن العجم.

(54) ایضاً ص ۳۲۶ تا ۳۲۷: فلما عظمت هذه المصيبة واشتد هذه المرض سخط عليهم الله والملائكة المقربون وكان رضاه تعالى فی معالجة هذا المرض بقطع مادته فبعث نبيا امياً صلى الله عليه وسلم.... وجعله نيرانا.... وقضى بزوال دولتهم بدولته و رياستهم برياسته وبانه هلک كسرى فلا كسرى بعده وهلک قيصر فلا قيصر بعده.

Marfat.com

(55) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۴۸۵: فالنبوة انقضت بوفاة النبی صلی الله علیه وسلم و الخلافة التی لا سیف فیها بقتل عثمان والخلافة بشهادة علی کرم الله وجهه و خلع الحسن و الجبریة و العتوّ خلافة بنی العباس فانهم مهدوها علی رسوم کسریٰ و قیصر.

(56) ایضاً جلد اول ص ۲۲۵: و ما تراه من ملوک بلادک یغنیک عن حکایاتهم (ای کسریٰ و قیصر).

(57) حجۃ اللہ البالغہ کے ابواب الارتفاق الاول، تدبیر المنزل من المعاملات، سیاسة المدنیه. اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم و ابتغاء الرزق وغیرهم والبدور البازغة ابواب الحکمة الاکتسابیة، وجوه فساد اهل المدینه.

(58) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۳۱۲: لاشک ان المعدن الظاهر الذی لایحتاج الی کثیر عمل اقطاعه لواحد من المسلمین اضرار بهم و تضییق علیهم.

(59) ایضاً ص ۳۱۲: واقطع صلی الله علیه وسلم الابیض بن حمال المآربی الملح الذی بمآرب فقیل انما اقطعت له الماء العد قال فرجعه منه.

(60) ایضاً ص ۳۳۰: ومنها ان یکون الشیٔ مباح الاصل کالماء العد فیتغلب ظالم علیه فیبیعه و ذلک تصرف فی مال الله من غیر حق و اضرار بالناس.

(61) ایضاً: ولذلک نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن بیع فضل الماء.

(62) ایضاً ص ۳۱۱: لما کان الحمی تضییقاً علی الناس و ظلما علیهم و اضراراً نهی عنه.

(63) ایضاً: لاحمی الا لله و رسوله.

(64) ایضاً ص ۳۳۰: فیقول الله الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل ما لم تعمل یداک.

(65) ایضاً: و القلیل مکتسبین بالرعی والزراعة فسر حالهم فی الدنیا.

(66) التفہیمات الالٰہیہ جلد اول ص ۲۱۸: لا تظلمون ولا تظلمون.

(67) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۳۱۱: اقول الاصل فیه ما اومأنا ان الکل مال الله لیس فیه حق لاحد فی الحقیقة... الخ

Marfat.com

(68) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۳۱۱: و الارض كلها فى الحقيقة بمنزلة مسجد او رباط جعل وقفا على ابناء السبيل و هم شركاء فيه.

(69) ایضاً۔ اذا عمرها (الارض الميته) رجل فقد سبقت يده اليها من غير مضارة فمن حكمه ان لا يهيج عنها.... فيقدم الاسبق فالاسبق.

(70) ایضاً ص ۳۱۰: من أحيا ارضا ميتة فهى له.

(71) ایضاً ص ۳۱۱: و معنى الملك فى حق الادمى كونه احق با لانتفاع من غيره.

(72) ایضاً ص ۳۴۳: والمساقات ان تكون اصول الشجر لرجل فيكفىٰ مؤنتها الاخر على ان يكون الثمر بينهما. والمزارعة ان تكون الارض و البذر لواحد والعمل و البقر من الاخر و نوع آخر يكون العمل من احدهما والباقى من الاخر، بخارى كتاب المزارعة عن ابن عمر رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطى خيبر اليهود على ان يعملوها ويزرعوها ولم يشطر ما خرج منها.

(73) البخارى، ابوداود و نسائى عن سعد بن ابى وقاص ان المزارع فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم كانوا يكرون مزارعهم..... الخ

(74) ابودائود، نسائى باب الزكواة و بخارى باب المزارعة عن رافع بن خديج قال منعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن امر كان لنا نافعا اذا كانت لاحدانا ارض ان يعطيها ببعض خراجها او بدراهم و قال اذا كانت لاحدكم ارض فليمنحها اخاه او ليزرعها.

(75) مسلم باب المزارعة عن ابى هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كانت له ارض فليزرعها او ليمنعها فان ابىٰ فليمسك ارضه.

(76) حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوم، ص ۵۱۰: و نزل القضا بايجاب التعاون.

(77) ایضاً: لا تستقيم معايشهم الا بتعاون بينهم.

(78) ایضاً: يشترط فى ذلك ان لايضيق بعضهم على بعض بحيث يفضى الى فساد التمدن.

Marfat.com

(79) حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوم: فاصل التسبب حيازة الا موال المباحة او استنماء ما اختص به بما يستمد من الاموال المباحة.

(80) ایضاً ص ۳۱۱۔

(81) ایضاً جلد اول، ص ۲۲۵۔

(82) ایضاً۔

(83) فیوض الحرمین، ص ۸۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صفحہ ۴۔۵۔

(84) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، صفحہ ۸۸۔۸۹۔

(85) ایضاً صفحہ ۲۲۵۔

(86) ایضاً جلد دوم، ص ۳۴۲۔

(87) ایضاً، صفحات ۲۴۲۔۴۳۔

(88) ایضاً، ص ۳۴۳۔

(89) ایضاً، صفحات ۳۳۷۔۴۴۔

(90) ایضاً، ص ۳۴۳۔

(91) ایضاً، ص ۳۱۷۔

(92) ایضاً، جلد دوم، صفحات ۳۲۸۔۲۹۔

(93) ایضاً جلد اول، ص ۸۸۔

(94) ایضاً، ص ۲۲۶۔

(95) ایضاً، ص ۹۲۔

(96) ایضاً صفحات ۱۶۔۳۱۵۔

(97) ایضاً، ص ۳۱۶۔

(98) ایضاً، ص ۳۱۵۔

(99) ایضاً، ص ۹۱۔

(100) ایضاً، جلد دوم، ص ۳۱۰۔

Marfat.com

(101) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، صفحات ۸۹۔۹۲۔

(102) تفہیمات الٰہیہ، جلد اول، ص ۲۱۸۔

(103) ایضاً، ص ۲۱۶۔

(104) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، صفحات ۹۲۔۲۲۶۔

(105) ایضاً، ص ۹۲۔

(106) تفہیمات الٰہیہ، جلد اول، ص ۲۱۵۔

(107) ایضاً، ص ۲۱۴۔

(108) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، ص ۹۲۔

(109) ایضاً، ص ۲۲۶۔

(110) حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوم، ص ۳۱۶۔

(111) ایضاً۔

(112) ایضاً۔

(113) ایضاً۔

(114) ایضاً۔

(115) ایضاً۔

(116) ایضاً، ص ۳۱۶۔

(117) ایضاً۔

(118) ایضاً۔

(119) ایضاً جلد اول، صفحات ۸۳ و ۷۹۔

(120) ایضاً، ص ۸۰۔

(121) ایضاً، جلد دوم، ص ۳۱۰۔

(122) ایضاً جلد اول، ص ۵۷۔

(123) ایضاً۔

Marfat.com

(124) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، صفحات ۳۔۲۲۲۔

(125) تفہیمات الٰہیہ، جلد اول۔

(126) ایضاً

(127) ایضاً، ص ۷۱۔

(128) ایضاً، ص ۲۱۸۔

(129) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، ص ۵۷۔

(130) ایضاً جلد دوم، صفحات ۲۰۔۵۱۹۔

(131) ایضاً، جلد اول، ص ۲۲۵۔

(132) ایضاً، جلد دوم، ص ۵۲۱۔

(133) ایضاً جلد اول، صفحات ۷۹۔۸۵۔

(134) ایضاً جلد دوم، ص ۵۲۸۔

(135) ایضاً۔

(136) ایضاً۔

(137) ایضاً، ص ۵۳۱۔

(138) ایضاً، ص ۵۳۶۔

(139) ایضاً۔

(140) ایضاً، صفحات ۲۲۵، ۵۳۸۔

(141) ایضاً، ص ۲۲۵

(142) ایضاً، ص ۵۳۸

(143) ایضاً، ص ۳۶۳

(144) ایضاً (جلد اول و دوم) ابواب فن آداب المعاش، تدبیر المنزل، فی اسباب الخواطر الباعثة علی الاعمال، الخطبة وما یتعلق بها صفة النکاح و غیرهم. (الف) ان حاجة الجماع اوجبت ازتباطا و اصطحابا بین الرجل و المرأة (ج. ا ص ۸۵). (ب) و

Marfat.com

منه ان اهتدى لتعيين منكوحة لايزاحمه فيها احد يدفع بها شبقة و يذرأ بها نسله و يستعين بها فى حوائجه المنزلية. (ج.۱ ص ۸۳) (پ) فيطلب زوجة جميلة (ج. ۱ ص ۸۰) (ت) وكان لو فتح رغبة الاولياء فى المحارم افضى ذلک الى ضرر عظيم عليها (ج. ۱ ص ۸۶) (ث) فوجب اماطة هذا الحجاب فمن استطاع الجماع و قدر عليه بان تيسرت له مثلا امرأة على ما تأمر به الحكمة وقدر على نفقتها فلا احسن له من ان يتزوّج (ج. ۲ ص ۵۵۹) (ث) لان الصحبة بين الزوجين لازمة والحاجات من الجانبين متأكدة (ج. ۲ ص ۳۵۹–۳۶۰ (ج) اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة فى الارض و فساد عريض (حديث) (ج ۲ ص ۳۶۱) وغيرهم.

(145) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۷۹۔۸۱۔

(146) ایضاً جلد دوم ص ۲۱۹۔

(147) ایضاً ص ۷۹ تا ۹۸۔

(148) ایضاً ص ۲۲۲۔

(149) ایضاً ص ۸۱۔۷۹ و جلد دوم ص ۳۱۰۔

(150) ایضاً جلد اول ص ۸۸۔

(151) ایضاً جلد دوم ص ۲۶۔۲۲۴۔

(152) ایضاً ص ۲۷۔۲۲۶۔

(153) ایضاً ص ۳۱۱۔

(154) ایضاً ص ۳۱۱۔

(155) ایضاً ص ۳۱۲۔

(156) ایضاً ص ۳۳۰۔

(157) ایضاً، ص ۱۲۔۳۱۱۔

(158) ایضاً ص ۳۱۰۔

Marfat.com

(159) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم، ص ۳۱۱۔

(160) ایضاً ص ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۸ و جلد اول ص ۲۲۸ وغیرہ۔

(161) ایضاً ص ۱۱۔۳۱۰۔

(162) ایضاً ص ۳۴۳۔

(163) ایضاً ص ۳۱۰۔۲۱۷ وغیرہ۔

(164) ایضاً ص ۱۸۔۳۱۷، ص ۳۲۹، ص ۳۳۵۔

(165) تفہیمات الیہ جلد اول ص ۲۱۸۔

(166) حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۶۔۲۲۴۔

(167) ایضاً ص ۷۔۲۲۶۔

(168) ایضاً جلد دوم ص ۵۸۴۔

(169) ایضاً جلد اول ص ۲۲۵۔

(170) ایضاً ص ۲۲۵۔

(171) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۵۱۔۵۰، تفہیمات الہیہ، جلد اول، ص ۲۱۶۔

(172) ایضاً، ص ۵۱، ص ۸۴ (حواشی وغیرہ)۔

(173) حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول ص ۹۲۔

(174) ایضاً جلد دوم ص ۳۱۷۔

(175) ایضاً ص ۳۳۵۔

(176) ایضاً ص ۳۱۶، تفہیمات الیہ جلد اول ۱۶۔۲۱۴۔

(177) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۵۲۔

(178) فیوض الحرمین ص ۸۹۔

(179) تفہیمات الہیہ جلد دوم ص ۱۲۰، فیوض الحرمین ص ۴۰۔

Marfat.com

کتب حوالہ واستفادہ

1 التفہیمات الالٰہیہ، شاہ ولی اللہ ج۔۱۔۲، بجنور ۱۳۵۵ھ

2 حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ ج ۱، ۲، کراچی، ۱۳۷۸ھ

3 حجۃ اللہ البالغہ، قاہرہ، ۱۳۶۶ھ

4 سطعات، شاہ ولی اللہ، کراچی، ۱۹۶۴ء

5 فیوض الحرمین، شاہ ولی اللہ لاہور، ۱۹۴۷ء

6 لمعات، شاہ ولی اللہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۶۳ء

7 ہمعات، شاہ ولی اللہ، حیدر آباد سندھ، ۱۹۶۶ء

8 البدور البازغہ، شاہ ولی اللہ، دہلی،

9 شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، مولانا عبید اللہ سندھی، لاہور ۱۹۶۵ء

10 شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، مولانا عبید اللہ سندھی، لاہور، ۱۹۶۴ء

11 شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، خلیق احمد نظامی، کراچی، ۱۹۵۰ء

12 شاہ ولی اللہ کی تعلیم، مولانا غلام حسین جلبانی، حیدر آباد، سندھ ۱۳۸۲ھ

13 شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، شاہ شمس الرحمٰن، لاہور

Marfat.com

14 دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزی، ابن حسن (ترجمہ عبدالغنی)، لاہور، ۱۹۵۸ء

15 تاریخ اقوام عالم، مرتضیٰ احمد خان، لاہور، ۱۹۵۸ء

16 علمائے ہند کا شاندار ماضی، محمد میاں، مراد آباد، ۱۹۳۹ء

17 معاہدۂ عمرانی، روسو (ترجمہ ڈاکٹر محمود حسین)، کراچی، ۱۹۶۴ء

18 عظمماء کے معاشی نظریات، جارج سول (ترجمہ ایم اختر، غلام رسول مہر) لاہور، ۱۹۶۰ء

19 اسلام کے معاشی نظریے، محمد یوسف الدین، حیدر آباد دکن، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء

20 برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (انگریزی و ترجمہ ہلال احمد زبیری)، کراچی، ۱۹۶۷ء

Marfat.com

معاش کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وہ مختلف ذریعوں سے ''دولت'' حاصل کرتا ہے۔ دولت حاصل کرنے کے یہ ''ذریعے'' اگر اجتماعی مفاد کے مطابق ہیں تو معاشرہ اجتماعی طور پر ''خوشحال'' ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اجتماعی مفاد کی جگہ اگر ذاتی مفاد، حرص اور لالچ عام ہو جائے تو ''معاشی برائیاں'' پیدا ہوجاتی ہیں جو مختلف ''معاشی مسائل'' کو جنم دیتی ہیں۔ یہ مسائل انسانوں میں ''طبقاتی کشمکش'' کا سبب بنتے ہیں جن کا اثر انسان کی تہذیب وتمدن اور سیاسی حالات پر گہرا پڑتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے انہی مجاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے دور کی سیاسی اور معاشی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان اپنی منزل سے بھٹک رہے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے برصغیر اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا۔ مسلمانوں میں جس قدر بھی معاشی، معاشرتی اور سیاسی برائیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کی ایک بڑی وجہ آپ کے نزدیک یہ تھی کہ مسلمان پھر قیصر وکسریٰ کے نظام کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوگئے تھے۔ آپ نے مسلمانوں میں پیدا ہونے والی ان کمزوریوں اور برائیوں کی نشان دہی کی۔ انہیں ان کے معاشی مسائل کی حقیقت سے آگاہ کیا اور انہیں پھر اسلامی فلسفۂ معاش سے روشناس کیا۔

ISBN 969-8917-05-5
9 789698 917050
Rs. 95.00